احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ ربوہ

نومبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

نومبر ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس - ربوہ

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی - ربوہ

اس ماہ کے شمارے میں

جلد نمبر ـــــــــ ۳۴

شمارہ نمبر ـــــــــ ۱۱

شرح چندہ

پاکستان ـــــــــ تیس ۳۰ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ـــــــــ تین ۳ روپے

اس لئے ضروری تھا کہ روحانی جسم کے لئے بھی بنیادی ضرورتوں کا نہ صرف خیال رکھا جاتا بلکہ روحانی صحت اور حفاظت کے لئے اس کے حصول کے ذرائع بھی بیان کئے جاتے۔ چنانچہ خدائے حکیم نے کمال حکمت سے روحانی جسم کی حفاظت باطنی وظاہری کے لئے بھی خوراک اور لباس پیدا فرمائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

تزوّدوا فان خیر الزاد التقوٰی

کہ زندگی کے سفر کے لئے زادِ راہ لے لو اور یاد رکھو کہ سب سے بہتر زاد راہ تقوٰی ہے۔ یعنی روحانی کھانوں میں سے سب سے زیادہ مقوی لذیذ اور روح کو مضبوط اور توانا بنانے والا کھانا تقوٰی ہے۔ اس لئے روح کی باطنی صحت اور تقویت کے لئے ضروری ہے کہ تقوٰی کی فرحت بخش غذا کھائی جائے۔ تقوٰی کے مرادی معنی بچاؤ کے ہیں گویا روح کو ہر اس عمل کے ذریعہ غذا دی جائے جس سے وہ ہر عیب سے محفوظ رہے۔ اور خالص غذا کے ذریعہ قوی سے قوی تر ہوتی چلی جائے۔ اور حقیقی وقایہ یا ڈھال کے سایہ تلے پناہ لینے میں لذت محسوس کرے۔

اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

ولباس التقوٰی ذلک خیر

کہ تقوٰی کا لباس بہت ہی بھلائی کا موجب ہے۔ گویا روح کی ظاہری حفاظت اور حسن کی خاطر اسے تقوٰی کا لباس پہنائیں۔ اور اس کی تزئین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں تاکہ ہر عیب اس میں چھپ جائے اور روحانی لحاظ سے انسان کا جسم پاک اور صاف ستھرا ہو اور ہر گناہ کی آلودگی سے پاک ہو۔ گویا تقوٰی غذا بھی ہے اور اوڑھنا بچھونا بھی! اسی لئے حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:-

ہر ایک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

گویا ہر نیکی جو روح کے لئے بطور غذا ہے یا بطور لباس وہ تقوٰی کے سرچشمہ سے پھوٹتی ہے اور تقوٰی اصل میں خیر ہی خیر ہے۔ سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:-

کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ چونکہ ہر برکت اور ہر خیر کا منبع تھے۔ اس لئے آپ کا ظاہر و باطن تقوٰی ہی تقوٰی تھا۔ حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسی فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی لباس پہنتے تھے تو پیار کے ساتھ بسم اللہ پڑھا کرتے تھے اور اس کو اسی طرح ہاتھ لگاتے تھے جس طرح ایک محبوب نے تحفہ دیا ہے۔ محبت اور ملائمت کے ساتھ پھیرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے عطا کیا ہے تو وہ لباس تھا جو واقعی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ دنیا کا لباس بھی لباس التقویٰ بن گیا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ وعلی آلہ وسلم کا ہر لباس، لباس التقویٰ تھا۔ کیونکہ ہر لباس کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھتے تھے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13۔ اگست 1993ء)

خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ حسنہ قرار دیکر تمام بنی نوع انسان کو ان سے خیرو برکت جذب کرنے کی تلقین فرمائی اور اس بحر برکات سے فیضیاب ہونے اور حسب ظرف سیراب ہونے کی تاکید فرمائی۔ اس کا ذریعہ تقویٰ کو ہی قرار دیا کہ اپنی ہر ضرورت میں ڈھال خدا تعالیٰ کی ذات کو بنالو۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اگر لباس التقویٰ چاہتے ہو تو ہر لباس پر اس طرح نظر کرو کہ گویا خدا نے عطا کیا ہے اور اپنے آپ کو اس کے بغیر ننگا سمجھو تو تمہارا ہر لباس جو بھی ہے وہ تقویٰ کا لباس بن جائیگا اور خدا کے فضلوں کا لباس بن جائیگا پھر وہ ہمارے ظاہری عیوب ہی نہیں ڈھانپے گا خدا کے فضل کا ہاتھ اس میں ایسی برکت ڈالے گا کہ ہمارے باطنی عیوب بھی ہر لباس میں چھپے رہیں گے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13۔ اگست 1993ء)

کتنا با برکت ہے وہ وجود جو تقویٰ کو اپنی غذا بناتا ہے اور تقویٰ کا ہی لبادہ اوڑھ کر خدا کے فضل کے ہاتھ سے خیرو برکت کا متلاشی ہے۔

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ لباس التقویٰ قرآن شریف کا لفظ ہے یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تابمقدور کاربند ہوجائے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 52)

امام الکلام

اسی پاک تعلیم کی سچی اور کامل پیروی سے.......

"ہر ایک شخص اپنی جگہ پر غور کرے اور اپنے نفس پر قیاس کر کے دیکھے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اس کے تعلقات کس قدر ہیں آیا وہ دنیا اور اس کی شان و شوکت کو اپنا معبود سمجھتا ہے یا حقیقی خدا کو معبود مانتا ہے اس کے تعلقات اپنے نفس، اہل و عیال اور دوسری مخلوق کے ساتھ کس قسم کے ہیں؟ ان میں خدا تعالیٰ کا کس درجہ تک ہے ان باتوں پر جب آپ غور کریں گے اور خالی الذہن ہو کر غور کریں گے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ وہ وقت آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی رشتہ اور پیوند رکھا ہی نہیں ہے۔ اکثر ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے وجود اور ہستی ہی کا یقین نہیں رکھتے اور جو بعض مانتے ہیں کہ خدا ہے ان کا ماننا نہ ماننا برابر ہو رہا ہے کیونکہ وہ تقویٰ اللہ اور خشیتہ اللہ جو خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے پیدا ہوتی ہے۔ ان میں پائی نہیں جاتی۔ گناہ سے نفرت اور احکام الٰہی کی پابندی اور نواہی سے بچنا نظر نہیں آتا۔ پھر کیونکر تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ لوگ فی الحقیقت خدا تعالیٰ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

اور ماسوا اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ جب تک کامل اور پورا تعلق نہ ہو وہ برکات اور فیوض جو اس تعلق کے لازمی نتائج ہیں حاصل نہیں ہوتے اس کی مثال ایسی ہے کہ جہاں ایک پیالہ پانی کا پی کر سیر ہونا ہو وہاں ایک قطرہ کہاں تک مفید ہو سکتا ہے اور تشنہ لبی کو بجھا سکتا ہے اور جہاں دس تولہ دوا کھانی ہو وہاں ایک چاول یا ایک رتی سے کیا ہو گا؟ اسی طرح پر جب تک انسان پورے طور پر خدا تعالیٰ کا مطیع اور وفادار بندہ نہیں بنتا اور کامل نیکی نہیں کرتا اس وقت تک اس کے انوار و برکات ظاہر نہیں ہوتے۔ ادھوری اور ناتمام باتوں سے بعض اوقات ٹھوکر لگتی ہے۔ ایک شخص نیکی کو اس کے کمال تک تو پہنچاتا نہیں اور اس سے ان ثمرات کی توقع کرتا ہے جو اس کے درجہ کمال پر پیدا ہوتے ہیں اور جب وہ نہیں ملتے تو اس سچی اور پاک تعلیم سے بدظن ہونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ بہت سے لوگ اسی طرح پر گمراہ ہوتے ہیں لیکن میں یقیناً کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے جو تعلیم پیش کی ہے اور جس طرح طریق پر نیکی کی راہیں بتائی ہیں ان پر اور اس درجہ تک عامل ہونے سے انسان وہ تمام کمالات اور برکات حاصل کر سکتا ہے جن کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اسی پاک تعلیم کی سچی اور کامل پیروی سے ولی اللہ اور ابدال بنتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم (جدید) صفحہ 143-144)

کلام الامام

فقط اللہ پر ایمان

"یہ ایک ایسا مرتبہ عظیم الشان ہے جس کے کسی نہ کسی پہلو کے حاصل ہو جانے پر انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے اور بڑے بڑے مراتب اور مدارج اللہ تعالیٰ کے حضور پا لیتا ہے۔ ساری نیکیوں کا سرچشمہ اور تمام ترقیوں اور بلند پروازگیوں کی جان اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق فاضلہ کو حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو کہ وہ ہے میں اس بات کے ماننے کے واسطے کبھی تیار نہیں ہو سکتا کہ ایک دہریہ بھی کبھی اعلیٰ اخلاق والا ہو سکتا ہے کوئی چیز اس کو گناہوں کے ارتکاب سے نہیں روک سکتی۔ نیکی کا کوئی سچا مفہوم اس کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ پھر وہ نیکی کیسے کرے اور گناہوں سے کیونکر بچے۔ اس کی ساری عمر ناامیدیوں اور مایوسیوں کا شکار رہتی ہے وہ اسباب اور علّت و معلول کے سلسلہ کے پیچ در پیچ تعلّقات میں منہمک رہ کر آخر حسرت اور یاس سے اس دنیا کو چھوڑ جاتا ہے میں نے دہریہ اور ایمان والے دونوں کو مرتے دیکھا ہے اور دونوں کی موت میں زمین و آسمان کا فرق پایا ہے میں سچ کہتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں اور پھر جو چاہے آزما کر دیکھ لے کہ سچی راحت اور حقیقی خوشی صرف اور صرف ایمان باللہ سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کی لائف میں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کوئی واقعہ خودکشی کا نہیں پایا جاتا۔ مومن کی امید اپنے اللہ پر بہت وسیع ہوتی ہے وہ کبھی اس سے مایوس نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی کے واقعات کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ ایک ایک وقت ان پر ایسا آیا ہے کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی ہے۔ لیکن اس شدّت ابتلاء میں بھی وہ ویسے ہی خوش و خرم ہیں جیسے اس ابتلاء کے دور ہونے پر۔ وہ کیا بات ہے جو ان کو موت کی سی حالت میں بھی خوش و خرم اور زندہ رکھتی ہے۔ فقط اللہ پر ایمان!

غرض محسنین کے زمرہ میں داخل ہونا بہت ہی مشکل اور پھر مشکل کشا ہے۔ پہلا درجہ جو محسن کا اعلیٰ مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے بعد میں حاصل ہوتا ہے اس کا ابتدائی درجہ یہی ہے کہ وہ یہ ایمان لائے کہ میرے ہر قول و فعل کو مولا کریم دیکھتا اور سنتا ہے۔

جب یہ مقام اسے حاصل ہوگا تو ہر ایک بدی کے وقت اس کا نور قلب اس ایمان کی بدولت اس سے روکے گا اور لغزش سے بچا لے گا۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر وہ اس مقام پر پہنچ جائیگا۔ کہ خدا تعالیٰ کو دیکھ لے گا۔ اور یہ وہ مقام ہے جو صوفیوں کی اصطلاح میں لقاء کہلاتا ہے"۔

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 378۔379)

عربی منظوم کلام

وَقَدِ اصْطَفَيْتُ بِمُهْجَتِيْ ذِكْرَ حَمْدِهٖ   وَكَافٍ لَّنَا هٰذَا الْمَتَاعُ تَزَوُّدَا

مَیں نے اپنے دل و جان سے اسکی تعریف کے ذکر کو پسند کر لیا اور یہی سامان بطور زادِ راہ کے ہمارے لئے کافی ہے

وَفَوَّضَنِيْ رَبِّيْ اِلٰى فَيْضِ نُوْرِهٖ   فَاَصْبَحْتُ مِنْ فَيْضَانِ اَحْمَدَ اَحْمَدَا

اور میرے رب نے مجھے آپ کے نور کے فیض کے حوالہ کر دیا تب مَیں احمد کے فیضان سے احمد بن گیا

وَهٰذَا مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ الْمُحْسِنِ   وَمَا كَانَ مِنْ اَلْطَافِهٖ مُسْتَبْعَدَا

اور یہ سب کچھ اللہ کریم و محسن کی طرف سے ہے اور ایسا ہونا اس کی مہربانیوں سے بعید نہ تھا

وَوَاللّٰهِ هٰذَا كُلُّهٗ مِنْ مُّحَمَّدٍ   وَيَعْلَمُ رَبِّيْ اَنَّهٗ كَانَ مُرْشِدَا

اور اللہ کی قسم! یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ہے اور میرا رب خوب جانتا ہے کہ وہی مرشد ہے

وَفِيْ مُهْجَتِيْ فَوْرٌ وَّجَيْشٌ لِاَمْدَحَا   سُلَالَةَ اَنْوَارِ الْكَرِيْمِ مُحَمَّدَا

اور میری جان میں ایک جوش اور ولولہ ہے تا مَیں خدائے کریم کے نوروں کے خلاصے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کروں

كَرِيْمُ السَّجَايَا اَكْمَلُ الْعِلْمِ وَالنُّهٰى   شَفِيْعُ الْبَرَايَا مَنْبَعُ الْفَضْلِ وَالْهُدٰى

وہ اعلیٰ خصائل والا اور علم و عقل میں اکمل ہے سب مخلوق کا شفیع اور فضل و ہدایت کا منبع ہے

تَبَصَّرْ خَصِيْمِيْ هَلْ تَرٰى مِنْ مُّشَاكِهٖ   بِتِلْكَ الصِّفَاتِ الصَّالِحَاتِ بِاَحْمَدَا

مجھ سے جھگڑا کرنے والے دیکھ! کیا تو کوئی مشابہ پاتا ہے ان نیک صفات میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

(القصائد الاحمدیہ صــ ۷۸-۹)

فارسی منظوم کلام

نیز خورشید را، نہ یارائے کہ نہد، بر سریرِ شب، پائے
اسی طرح سورج کو بھی یہ قوت نہیں کہ وہ رات کے تخت پر قدم رکھ سکے

آب ہم بندہ ہست زیں کہ مدام بند در سردی است، نے خود کام
پانی بھی مجبور ہے کیونکہ ہمیشہ سردی میں جم جاتا ہے۔ مرضی کا مالک نہیں

آتشِ تیز نیز بندۂ اُو ! در چنیں سوزشے، فگندۂ اُو
تیز آگ بھی اس کی تابعدار ہے اور ایسی جلن میں اسی کی ڈالی ہوئی ہے

گر بر آری، بہ پیشِ اُو فریاد گرمیش کم نہ گردد، اے استاد
اگر تُو اس آگ سے التجا کرے تب بھی اے شخص! اس کی گرمی کم نہ ہوگی

پائے اشجار، در زمیں بند است سخت، در پا سلاسل افگند است
درختوں کے تنے زمین میں پیوست ہیں اُن کے پاؤں میں مضبوط زنجیریں ڈال دی ہیں

ایں ہمہ بستگانِ آں یک ذات بر وجودش دلائل و آیات
یہ سب چیزیں اسی ہستی سے وابستہ ہیں اور اس کے وجود پر دلائل اور نشان ہیں

اے خداوندِ خلق و عالمیاں خلق و عالم، زِ قدرتت حیراں
اے جہانوں اور مخلوقات کے آقا! دنیا اور مخلوق تیری قدرت سے حیران ہے

(درثمین فارسی مترجم ص۱۰۹)

اعتذار ماہنامہ انصار اللہ ستمبر ۱۹۹۳ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نعت نامکمل شائع کرنے اور اس میں اغلاط ہونے کی وجہ سے ادارہ قارئین کرام سے تہہ دل سے معذرت خواہ ہے۔ اور اب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نعت مکمل صحت کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔

ظہورِ خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی　　جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، اندھیرے پہ اندھیرے　　ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفانِ مفاسد میں غرق ہو گئے بحر و بر　　ایرانی و فارانی، رُومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے۔ دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اس کا

تب عرشِ معلّٰی سے اِک نور کا تخت اُترا　　اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر　　پہلو میں لئے جلوے بے حدّ و شمار آئی
کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل　　اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت، چوپٹ ہوا کام اس کا
توحید کی یورش نے دَر چھوڑا، نہ بام اس کا

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقاؐ　　انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا　　قدموں پہ نثار اس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مہ و انجم　　واللہ اُسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات درود اس پر ہر ادنیٰ غلام اس کا
پڑھتا ہے بصد منّت جپتے ہوئے نام اس کا

ادار یہ

خدا کے فضل کا ہاتھ اس میں ایسی برکت ڈالے گا

انسان کو اپنے جسم کی حفاظت کے لئے بنیادی طور پر دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اندرونی حفاظت کے لئے خوراک اور بیرونی حفاظت کے لئے لباس! جتنی خوراک بہتر اور طیب ہو گی اسی قدر جسم توانا اور تندرست رہے گا۔ اور ہر جزو بدن نشوونما کے لحاظ سے مضبوط اور حسن میں کامل ہو گا۔ رگوں میں خون ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو گا۔ اسی طرح لباس بھی جس قدر پائیدار، مضبوط اور پاک وصاف ہو گا۔ اسی قدر انسانی جسم بیرونی اثرات سے محفوظ، ظاہری عیوب کی نمائش سے پاک اور خوبصورت دکھائی دے گا۔ عالم مادیت جس کی ظاہر پر نظر ہے اس کے سفر زندگی کی آخری منزل یہی ہے۔ چنانچہ اشتراکیت کا نعرہ ہی یہی ہے کہ ہماری منزل یہ ہے کہ ہر شخص کو بنیادی طور پر روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کیا جائے اور ان کی بنیادی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے۔

عالم مادیت کی یہ آخری منزل عالم روحانیت کی پہلی منزل ہے۔ اور وہ ان ضرورتوں کو اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کے لئے بطور زینہ گردانتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرماتے ہیں:۔

"دوسرے اقتصادی نظاموں کیطرح ......خالی ضرورتوں ہی کا خیال نہیں رکھتا بلکہ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں ...... کا اقتصادی نظام یہ کہتا ہے کہ وہ شخص کو اچھی سے اچھی صحت کے میسر آنے، اچھی سے اچھی حالت میں ذہن کو برقرار رکھنے، بہترین اخلاق کے حاصل کرنے اور روحانیت میں بلند سے بلند تر ہوتے چلے جانے کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے وہ پیدا کی گئی ہیں اور وہ تمہیں ملنی چاہئیں تم ان کو تلاش کرو........

ایک دنیا دار شخص صرف دنیا کی طاقتوں کو استعمال کرتا ہے اس کو دنیا مل جاتی ہے لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں صرف دنیوی طاقتیں ہی نہیں دیں بلکہ بے شمار جسمانی اور ذہنی اور اخلاقی اور روحانی قوتیں اور قابلیتیں بھی دی ہیں"۔

(-------- کے اقتصادی نظام کے اصول اور فلسفہ صفحہ 94)

اعتذار

ماہنامہ انصاراللہ ستمبر ۱۹۹۳ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نعت نامکمل شائع کرنے اور اس میں اغلاط ہونے کی وجہ سے ادارہ قارئین کرام سے تہہِ دل سے معذرت خواہ ہے۔ اور اب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی نعت مکمل صحت کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے۔

ظہورِ خیرُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی　　جو نور کی ہر شمع ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی، اندھیرے پہ اندھیرے　　ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفانِ مفاسد میں غرق ہو گئے بحر و بر　　ایرانی و فارانی، رُومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے۔ دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اس کا

تب عرشِ معلیٰ سے اِک نور کا تخت اُترا　　اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر　　پہلو میں لئے جلوے بے حدّ و شمار آئی
کافور ہوا باطل، سب ظلم ہوئے زائل　　اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت، چوپٹ ہوا کام اس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا، نہ بام اس کا

وہ پاک محمدؐ ہے ہم سب کا حبیب آقاؐ　　انوارِ رسالت ہیں جس کی چمن آرائی
محبوبی و رعنائی کرتی ہیں طواف اس کا　　قدموں پہ نثار اس کے جمشیدی و دارائی
نبیوں نے سجائی تھی جو بزمِ مہ و انجم　　واللہ اُسی کی تھی سب انجمن آرائی
دن رات درود اس پر ہر ادنیٰ غلام اس کا
پڑھتا ہے بصد منّت جپتے ہوئے نام اس کا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عالمی بیعت دراصل بہت بڑے عالمی جلسے کی تیاری ہے

وہ تخم ریزی ہے جو آپ ان تربیتی اجتماعات میں کر سکتے ہیں جس سے آگے نشوونما ہو سکتی ہے

تھوڑا حصہ اپنے پیش نظر رکھیں اور اس تھوڑے کو دائمی بنانے کی کوشش کریں تو یہ اللہ کے فضل کے ساتھ ساری نسل کے پروگرام بن سکتے ہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ مورخہ ۱۳۔ اگست ۱۹۹۳ء بیت الفضل۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الانعام کی حسب ذیل آیات نمبر 162۔163 کی تلاوت فرمائی۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْناً قِیَماً مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاً وَّ مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بعدہ حضور انور نے فرمایا:-

تو ان سے کہہ دے یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو ان سے کہہ دے کہ میرے رب نے یقیناً مجھے صراط مستقیم کی ہدایت دی ہے۔ دِیْناً قِیَماً مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاً یہ وہ سیدھا، سیدھی راہ پر چلنے والا، خود قائم اور دوسروں کو قائم کرنے والا مذہب ہے مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاً جو ابراہیم کی ملت ہے یعنی ابراہیم کی ملت کی تعریف یہ ہے کہ وہ دِیْناً قِیَماً ہے۔ خود بھی سیدھا ہے۔ دوسروں کو بھی سیدھی راہ پر رکھنے والا ہے۔ وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اور ابراہیم مشرکوں میں سے ہرگز نہیں تھا۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا تو عربی محاورے کے مطابق یہ بہت بڑی تعریف ہے- اردو میں ہم کسی کو کہیں کہ وہ چور نہیں ہے تو اس کو بہت غصہ آئے گا- کہے گا کہ ہیں! تم نے وہم کیسے کیا کہ میں چوروں میں شمار ہو سکتا ہوں لیکن عربی میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہیں ہے جس طرح خدا اپنے متعلق فرماتا ہے میں ظلم کرنے والا نہیں- اس کا مطلب ہے کہ شرک کا کوئی ذرہ بھی، کوئی شائبہ بھی اس میں نہیں پایا جاتا تھا- کلیتہً نفی ہے- اس لئے وہاں وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ بہت بڑی تعریف کا کلمہ بن جاتا ہے کہ ابراہیم کی ذات میں شرک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں تھا- اس کا وجود شرک سے کلیتہً پاک تھا-

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق منفی رنگ میں جو تعریف فرمائی گئی یعنی ابراہیم میں شرک کی کوئی آمیزش نہیں تھی، اس کا مثبت پہلو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں ثابت کر کے دکھایا گیا- یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی بہت ہی عظیم تعریف کا ایک رنگ تھا جو اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا- ابراھیم کو شرک سے پاک قرار دینے کے بعد حضرت اقدس محمد رسول اللہ کو اِن مقامات پر فائز دکھایا گیا جو شرک سے پاک ہونے کے بعد عطا ہوتے ہیں- چنانچہ فرمایا: اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ- دیکھو میری تو تمام تر عبادتیں اور ہر قسم کی قربانیاں- وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ: میرا جینا، میرا مرنا، میری زندگی، میری موت سب کچھ اللہ کے لئے ہو چکا ہے- پس شرک کی نفی انسان کو جس چیز کے لئے تیار کرتی ہے وہ تمام صفات حسنہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم میں پائی جاتی تھیں یعنی پہلے غیر اللہ سے تختی صاف کی، پھر اس تختی پر ہر جگہ خدا کے رنگ بھر دیئے- یہ توحید کا وہ مضمون ہے جس سے متعلق آج کل میں کچھ امور آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں لیکن اس سے پہلے کچھ دوسری باتیں جو ہفتے کے دوران ہوتی رہتی ہیں وہ اپنی طرف توجہ کھینچتی ہیں اور حق رکھتی ہیں کہ ان کا ذکر ضرور کیا جائے-

اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ ناروے کی طرف سے مجھے یہ تاکیدی پیغام ملا ہے کہ ہماری سالانہ فضل عمر تعلیم القرآن کلاس آج 13 اگست سے شروع ہو کر 15- اگست تک جاری رہے گی- اس موقعہ پر ہمیں بھی پیغام بھیجیں تاکہ ہمارے دل خوش ہوں-

مجلس خدام الاحمدیہ فرانس کا ساتواں سالانہ اجتماع 14- اگست یعنی کل سے شروع ہو رہا ہے- یہ اجتماع دو روزہ ہے اور صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ آپ خود تشریف لائیں

ورنہ پھر کم سے کم خطبہ میں تو ضرور ذکر کریں۔ یہ دوسرا پہلو ہے جو میں انشاء اللہ قبول کر سکتا ہوں۔

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ مرکزی اجتماع 13-14-15 اگست کو منعقد ہو رہا ہے۔ صدر صاحب خدام الاحمدیہ امریکہ نے اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوئٹہ کا سالانہ اجتماع 14- اگست کو شروع ہو رہا ہے۔ قائد صاحب ضلع کوئٹہ نے اجتماع کے حوالے سے مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

ان تمام اجتماعات سے متعلق میں ایک مرکزی بات جماعت کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ سب تربیتی اجتماعات ہیں اور آج کل جب کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت دنیا میں بکثرت پھیل رہی ہے اور رفتار تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تربیت کی طرف سے پہلے سے زیادہ گہری نظر کے ساتھ اور مستقل مزاجی کے ساتھ توجہ دینی ہوگی۔

مجھے بچپن سے مختلف قسم کے تربیتی اجتماعات میں شامل ہونے کی بھی توفیق ملتی رہی اور وہ اجتماعات منعقد کروانے کی بھی توفیق ملتی رہی۔ مختلف جماعتی ذمہ داریوں میں یہ تجربے اطفال الاحمدیہ سے لیکر انصار اللہ تک کی عمر تک دراز رہے میں نے ایک بات جو ہمیشہ محسوس کی اور اس کی وجہ سے طبیعت میں اطمینان نہیں ہو سکا کہ اجتماعات پوری طرح فائدہ مند ہیں بھی کہ نہیں، وہ یہ تھی کہ اجتماعات میں ضرورت سے زیادہ پروگرام بھر دیئے جاتے تھے اور کوشش کی جاتی تھی کہ تین دن میں سب کچھ پڑھا دیں۔ قرآن کریم کا کورس، حدیث کا کورس، حضرت مسیح موعود........ کے ارشادات کا کورس، نمازیں یاد کروانا، تبلیغ کے گر بتانا، تبلیغ کی مرکزی آیات بتانا، اعتراضات کے جواب سکھانا۔ یہ ناممکن ہے۔ ہو ہی نہیں سکتا کہ تین دن یا پندرہ دن کے اجتماع میں بھی یہ ساری باتیں اچھی طرح بچوں کے ذہن نشین کرا دی جائیں۔ پھر وہ سرسری سے امتحان ہوتے تھے اور پھر انعامات تقسیم ہو گئے اور سب نے حبذا کہا اور چھٹی ہو گئی۔ کچھ دن کے بعد جب آپ ان بچوں سے جا کر پوچھیں کہ کچھ یاد بھی ہے تو شاید ہی کوئی ہو گا جسے یاد ہو گا اور وہ وہی ہو گا جسے پہلے ہی یاد تھا۔ اجتماع کے بعد اس تین دن کے تیزی کے ساتھ CRAM کروانے والے یعنی گھوٹنے والے پروگراموں میں بچوں کو کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔ ہاں ایک روحانی لذت ضرور ہوتی ہے۔ اجتماع میں شمولیت کی برکت ضرور عطا ہوتی ہے۔ اس لئے اجتماع کو بے فائدہ کہنا تو یقیناً غلط ہے مگر پروگرام اس ذہانت سے ترتیب نہیں دیئے جاتے کہ تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ ہو سکے۔ تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ پروگرام نہیں بلکہ کم سے کم پروگرام رکھنے چاہئیں یہ دو چیزیں ایک دوسرے سے ضد رکھتی ہیں تھوڑے وقت میں زیادہ

سے زیادہ پروگرام کم سے کم افادہ کریں گے یعنی فائدہ پہنچائیں گے اور کم سے کم پروگرام جن کو بڑی محنت کے ساتھ اور عقل کے ساتھ تیار کیا گیا ہو اور بار بار رواں کروایا جائے تو یہ پروگرام بہت گہرا فائدہ پہنچا سکتے ہیں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ان کو سال بھر کا HOME TASK دیا جائے۔ ہمارے ہاں سکولوں میں بھی استاد سمجھتے تھے کہ ایک گھنٹے کی پڑھائی یا چالیس منٹ کی پڑھائی کافی نہیں ہے اس لئے وہ گھر کا کام دیا کرتے تھے۔ یورپ میں یہ رواج بہت زیادہ ہے۔ جتنا کام وہاں دیا جاتا تھا اس سے بہت زیادہ کام یورپ میں گھر پر دیا جاتا ہے۔ تمام یونیورسٹیاں یہی کرتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک بچہ گھر جا کر خود ذمہ داری اور توجہ سے ان باتوں کو سمجھنے اور پڑھنے کی کوشش نہیں کریگا اس وقت تک محض کلاس کا پڑھا ہوا کافی نہیں ہے۔

تین دن کے جو اجتماعات ہیں ان میں تو بچے کو زائد وقت ملتا ہی نہیں ناممکن ہے کہ وہ رات 11 بجے تک مصروف رہے اور پھر صبح 4 بجے اس کو تہجد پر بھی اٹھانا ہو اور بیچ میں وہ گھر کے کام کی تیاری بھی کرے۔ اس لئے حقیقت پسندی بہت ہی ضروری چیز ہے۔ ساری دنیا کے اجتماعات کو حکمت سے بھر دیں۔ عقل کے مطابق کام کریں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اس لئے آپ اگر اجتماع میں شامل ہونے والے یا تربیتی کلاسز پر آنے والے بچوں پر یا بڑوں پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالیں گے تو ایک قسم کی خدائی کا دعوی کرنے والی بات ہے جو جھوٹی خدائی ہے کیونکہ سچا خدا تو بوجھ نہیں ڈالتا۔ یہ جھوٹے خدا ہی ہیں جو اپنی بے وقوفی سے بوجھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے لفظ تو بہت سخت بولا ہے لیکن جو آخری تجزیہ ہے وہ یہی بنتا ہے۔ انسان جب بھی خدا کی صفات سے ہٹ کر قدم اٹھاتا ہے تو عملاً ایک قسم کا جھوٹا خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اگرچہ وہ بالارادہ نہ بھی ہو۔ اگر بالارادہ ہو تو وہ شرک ہے اور بہت بڑا گناہ ہے لیکن اگر غفلت کی حالت میں ناسمجھی میں کیا جائے تو شرک تو نہیں مگر شرک کے نقصانات ضرور رکھتا ہے کیونکہ انسان کو غیر اللہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ صفات باری تعالیٰ سے ہٹ کر آپ جو بھی کام کریں گے اس میں فائدے سے محروم رہ جائیں گے۔ اس لئے تربیتی اجتماعات کو اس رنگ میں ترتیب دیں کہ جو کچھ وہاں پڑھائیں اس میں صرف نمونہ دیں اور وہ نمونے اتنے پکا دیں اور اس محبت سے پڑھائیں کہ وہ نمونے ذہن نشین بھی ہوں اور دلنشین بھی ہوں۔ ان سے پیار ہو جائے۔ مثلاً اگر آپ ساری نماز نہیں پڑھا سکتے تو سورہ فاتحہ پڑھائیں اور اتنا پڑھائیں اور اسطرح بار بار پڑھائیں کہ اس کے معانی سے محبت ہو جائے اور اس کا مضمون ذہن میں نقش ہو جائے۔ وہ یاد ہو اور اسطرح یاد ہو کہ

پڑھنے کے ساتھ ذہن کو ترجمہ نہ کرنا پڑے بلکہ عربی الفاظ کے ساتھ ساتھ ہی وہ ترجمہ ذہن میں نقش ہو۔ ایک انسان کو جب سورہ فاتحہ سے محبت پیدا ہوجاتی ہے تو باقی نماز کے لئے سورہ فاتحہ رستہ صاف کرتی ہے اور صراط مستقیم کا ایک یہ بھی مطلب ہے۔ سورہ فاتحہ میں وہ صراط مستقیم ہے جس پر ایک دفعہ ڈالا جائے تو انسان کے قدم وہاں رکتے نہیں ہیں کہ جہاں تک ہاتھ پکڑ کر لے گئے وہاں جا کر کھڑے ہوگئے بلکہ صراط مستقیم وہ صراط ہے جس کا سلسلہ انبیاء تک چلتا ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم تک دراز ہے۔ وہ سارے سفر جو آپ نے صراط مستقیم میں روحانیت کے طے کئے ہیں اور جن کا ذکر اس آیت کریمہ میں بھی آیا ہے جو میں نے ابھی پڑھ کر سنائی ہے۔ وہ صراط مستقیم وہی ہے جس کا سورہ فاتحہ میں ذکر ملتا ہے۔ پس سورہ فاتحہ پر زور دیں اور بہت محنت کے ساتھ، عقل کے ساتھ، محبت کے ساتھ ذہن نشین کرائیں، دل نشین کرائیں تو پھر عبادت کے جو باقی حصے ہیں وہ سورہ فاتحہ ہاتھ پکڑ کر آپ ہی آگے چلا دیگی۔ پھر HOME TASK کے طور پر ان کو دیں۔ ان کو کہیں کہ یہ ہم نے تمہیں یہاں سکھایا ہے۔ باقی نماز تمہیں نہیں آتی اب تم گھروں کو جاؤ گے تو جہاں جہاں بھی خدام الاحمدیہ کی تنظیم ہے یا انصاراللہ کی تنظیم ہے یا جماعتی تنظیم ہے (اس کے تابع اگر انتظام ہو رہا ہے تو) ان کو وہ ہدایت کریں کہ ان کو TAKE OVER کرلو۔ ہم نے اتنا پڑھا کر بھیج دیا ہے آگے تم سنبھالو اور اس سے آگے نگرانی میں پڑھانا یہ مقامی طور پر تمہارا کام ہوگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تین دن کا جو پروگرام ہے وہ ایک سال تک بھی ممتد ہوسکتا ہے وہ تخم ریزی ہے جو آپ ان تربیتی اجتماعات میں کرسکتے ہیں جس سے آگے نشوونما ہوسکتی ہے مگر آپ نے اگر چند دنوں میں درخت کھڑے کرنے کی کوشش کی تو سارے درخت مر جائیں گے وہ جڑ نہیں پکڑ سکتے۔ بیج لگانے کی کوشش کریں اور تربیتی نقطہ نگاہ سے بھی بیج کی حد تک رہیں۔ عبادتوں کے قیام سے متعلق ایسی تلقین اور عبادت کے آداب سے متعلق ایسی تلقین کہ اس سے محبت پیدا ہو اور زبردستی نماز پر بلانے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ اجتماع میں شوق پیدا ہوجائے اور خود بخود لوگ نمازوں پر قائم ہوجائیں۔ تھوڑا حصہ اپنے پیش نظر رکھیں اور اس تھوڑے کو دائمی بنانے کی کوشش کریں اگر آپ دعا کے ساتھ یہ کام کریں گے اور دعا کی اہمیت بھی دلوں میں جاگزیں کریں گے تو یہ جو چند دنوں کے پروگرام ہیں یہ اللہ کے فضل کے ساتھ ان کی ساری نسل کے پروگرام بن سکتے ہیں۔ ان کی زندگیوں کے بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں کے بھی پروگرام بن سکتے ہیں۔ اس پوری صدی کا پروگرام بن سکتا ہے۔ اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ ان سارے اجتماعات کے لئے اگر پہلے لمبے چوڑے پروگرام مقرر کئے بھی جا چکے ہوں تو میری اس مختصر ہدایت کی

روشنی میں حقیقت پسندانہ پروگرام بنائیں اور جیسا کہ میں نے کہا ہے وہی کوشش کریں کہ یہ پروگرام جاری ہو جائیں۔ سارے سال کے لئے شامل ہونے والوں کو فائدے پہنچائیں اور جب یہ آئندہ کلاس میں آئیں تو ان کی کیفیت بدل چکی ہو۔ اس سے بھی اگلے درجے کے طالب علم آپ تک پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معنی خیز پروگراموں کو خدا کی عطاء کردہ توفیق کے مطابق بہت ہی زیادہ فائدہ مند بنانے کی ہمت عطا فرمائے۔

جلسہ سالانہ کے سلسلہ میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی آپ کی خدمت میں چند مثالیں رکھی تھیں۔ اب دنیا سے کثرت سے خط بھی آنے شروع ہوئے ہیں اور جماعت کی طرف سے رپورٹیں بھی آ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب دنیا پر اتنا گہرا اثر پڑا ہے کہ اس سے پہلے اس کی کوئی اور مثال ہمیں اپنی زندگی میں دکھائی نہیں دیتی اور جنہوں نے دیکھا ان میں ہر جگہ یہی تڑپ پیدا ہوئی ہے کہ کاش ہم وہاں ہوتے۔ یعنی یہ نہیں کہا کہ شکر ہے ہم نے بھی دیکھ لیا۔ شکر تو ضرور کیا ہو گا لیکن ساتھ ہی یہ تڑپ پیدا ہوئی ہے کہ اوہو، ہو، ہو یہ تو صرف ٹیلی ویژن والا پروگرام نہیں تھا۔ وہاں تو شامل ہونا چاہیئے تھا۔ خوش قسمت ہیں وہ جو وہاں پہنچے چنانچہ مجھے آپ سب کے لئے مبارک باد کے پیغام بھی مل رہے ہیں کہ ہماری طرف سے ان کو مبارک باد دیں۔ الحمدللہ۔ اللہ نے ان خوش نصیبوں کو توفیق بخشی اور خدا ہمیں بھی توفیق بخشے کہ آئندہ ایسے پروگراموں میں شرکت کر سکیں۔

ایک شخص نے تو بہت حکمت کی بات کہی ہے۔ اس نے کہا یہ عالمی بیعت دراصل بہت بڑے عالمی جلسے کی تیاری ہے اور مجھے تو اس سے یہ پیغام ملا ہے کہ اب ہمیں بہت وسیع عالمی جلسے کی تیاری کرنی چاہیئے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہو گی۔ بات سچی ہے۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں تو دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کی تیاری اس رنگ میں کرنے کی توفیق بخشے (انتظامی تربیت تو اللہ کے فضل سے ہو ہی رہی ہے۔ خدا سے ہم یہی امیدیں لگائے بیٹھیں گے۔ یہی دعا ہوتی ہے) کہ جماعت کے انتظام بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں مگر آنے والوں کی روحانی مہمانوازی، ان کی دینی تربیت کی صلاحیت پیدا کرنا اور ان اجتماعات کو ایک عظیم روحانی اجتماع میں تبدیل کرنا یہ ہمارا اوّل مقصد ہے اور اسی مقصد پر نگاہ مرکوز رہنی چاہیئے۔ اس مقصد کو ہمیشہ نظر کے سامنے رکھتے ہوئے دعائیں کریں کہ خدا ہمیں اس طرح کے عالمی جلسوں کی توفیق بخشے جو دنیا کے لحاظ سے بھی نظیر نہ رکھتے ہوں اور دین کے لحاظ سے بھی نظیر نہ رکھتے ہوں۔ اس سلسلہ میں مکرم امیر صاحب کینیڈا کے خط کے بعض دلچسپ اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ تفصیلی خط ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اتنی جلدی اس پروگرام میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی کہ

ٹورانٹو ہی میں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ (.........) میں حاضری دو ہزار سے تجاوز کر گئی یعنی بڑی دور دور سے ٹورانٹو کے علاقے سے دور دور سے دو ہزار احمدی مرد و زن بچے شامل ہوتے رہے اور بیچ کے جو ناغے تھے ان کو ہم نے قرآن، درس حدیث، درس ملفوظات سے سجایا۔ بہت ہی اچھا پیارا پروگرام بنایا۔ ایک بہت ہی دلکش مقامی جلسہ بن گیا جو ایک پہلو سے عالمی جلسے کا بھی حصہ تھا اور ایک پہلو سے مقامی جلسہ بنا ہوا تھا۔ ان کے لئے پھر خاطر مدارات کے بھی انتظام۔ لنگر خانہ مسیح موعود جاری ہوا۔ مارکیز (MARQUEES) لگ گئیں۔ گویا کہ بہت ہی رونقیں لگیں اور کہتے ہیں کہ اتنا روحانی لطف آیا کہ الفاظ نہیں ہیں جو بیان کیا جا سکے۔ کہتے ہیں کہ افتتاحی تقریر کے بعد جس میں غالباً یہ اشارہ تھا کہ آئندہ کیا آنے والا ہے۔ کہتے ہیں کہ لوگ سخت بیتاب ہوئے اور اس خواہش کا اظہار کرتے تھے کہ کاش ہم بھی اسلام آباد پہنچ جائیں۔ ایک دوست کی حالت تو ایسی غیر ہوئی کہ گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ بار بار کہتے تھے کاش میرے پر ہوں۔ میں بھی اڑ کر وہاں پہنچ جاؤں۔ ایک دوست نے اگلے روز بتایا کہ وہ ائیرپورٹ جا کر ساری رات کوشش کرتے رہے کہ کوئی جہاز مل جائے تو میں پہنچ جاؤں۔ لیکن آج کل جہازوں پر مسافروں کا بہت دباؤ ہے کیونکہ چھٹیاں ہیں اور یہ سفروں کے موسم ہیں۔ اس لئے آج کل مغرب میں سفر بہت مشکل ہو گیا ہے اور اگر پہلے بکنگ نہ کروائی جائے تو سیٹیں آسانی سے نہیں ملتیں۔ بہر حال ان کو مجبوراً واپس آنا پڑا۔

اس کے بعد انہوں نے بعض اور باتیں لکھی ہیں۔ ایک بات انہوں نے یہ لکھی ہے جس کی طرف میں خصوصیت سے آپ کو بھی متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اس دوران توحید کے ضمن میں یہ کہا کہ بعض لوگ جو مجھے کہتے ہیں کہ آپ کی دعا سے یہ ہوا۔ آپ کی دعا سے وہ ہوا۔ اس سے مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ کے فضل کی باتیں کیا کرو۔ کہتے ہیں یہ بات درست ہے لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ مثلاً ہم نے کوششیں کیں۔ دعائیں کیں لیکن کام نہیں بنے۔ آپ کو لکھا اور دعا کا جو جواب آیا اس سے بھی صاف پتہ لگتا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے اور ناممکن ہوتا ہوا کام ممکن ہو گیا۔ اور خدا کی طرف سے ہماری اس رنگ میں بڑی حوصلہ افزائی ہوئی کہ خلافت سے تعلق اور دعاؤں کے نتیجہ میں ہمارے رکے ہوئے کام بھی چل پڑتے ہیں تو یہ حقیقت بھی سامنے ہے اور ادھر آپ کی نصیحت بھی ہے۔ اب بتائیں ہم کیا کریں۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ قبولیت دعا سے وہ انکار نہیں تھا۔ مجھے یاد ہے کئی دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے زمانہ میں مختلف وقتوں میں بعض مشکلات آ پڑتی تھیں۔ بعض مسائل لاینحل دکھائی دیتے تھے۔

خود دعائیں کیں اور کوئی فرق نہ پڑا۔ ایک موقعہ خاص طور پر مجھے یاد ہے۔ میں دفتر وقف جدید میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ اچانک مجھے یہ خیال آیا کہ اب تک حضرت خلیفہ المسیح کی خدمت میں دعا کے لئے نہیں لکھا۔ چنانچہ دعا کے لئے لکھا اور دوسرے دن جواب آیا اور جواب کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سارا رکا ہوا کام بن گیا۔ ساری مشکل حل ہو گئی تو یہ واقعات درست ہیں اور اس میں کسی بندے کی ذات کا سوال نہیں ہے۔ بعض مناصب پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اور ان کا احترام دنیا میں قائم کرنے کے لئے، ان سے تعلق قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ غیر معمولی طور پر رحمت فرماتا ہے۔ پس جب تک میں حضرت خلیفہ المسیح الثالث کا ایک ادنیٰ غلام اور چاکر تھا میں آپ کی دعاؤں سے مدد حاصل کرتا رہا اور میں نے بہت برکتیں دیکھیں۔ پس اس حقیقت سے میں ہرگز انکار نہیں کر رہا۔ اس کے علاوہ سلسلہ کے بہت سے بزرگ ہیں جن کو میں جانتا ہوں۔ خود میں نے بھی ان کو دعاؤں کے لئے لکھا ہے اور ان کی برکتوں سے فیضیاب ہوا ہوں۔ اب بھی مجھے لکھنے میں نہ صرف عار نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ضروری ہے کہ بزرگوں کو جن کا خدا سے تعلق محسوس ہو ان کو دعا کے لئے لکھا جائے اور ہر طرف دعا کا یہ انتشار کیا جائے۔ یہ جماعت احمدیہ کا تشخص ہے۔ آج دنیا میں جماعت احمدیہ کے سوا کوئی جماعت نہیں ہے جہاں اس کثرت سے، اس تکرار سے اور اس یقین کے ساتھ دعاؤں کے چرچے ہوں اور دعاؤں کے لئے ایک دوسرے سے درخواستیں کی جارہی ہوں۔ پس یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ دعا میں کچھ بھی نہیں ہے۔ دعا خدا تعالیٰ کے فضل جذب کرنے کا ایک ذریعہ ضرور ہے اور قطعی ذریعہ ہے اور اتنا اہم ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دعا نہ ہوتی تو مجھے تمہاری کچھ بھی پرواہ نہیں تھی۔ پس دعا سے انکار نہیں تھا لیکن کہنے کے ڈھب ہوتے ہیں اور اگر ایک شخص خصوصیت سے اس طرح بات کرتا ہو کہ ذہن میں یہ تکلیف دہ خیال جگہ پا جائے کہ یہ مجھے خاص طور پر اٹھا رہا ہے اور گویا میرا مرتبہ بڑھا کر پیش کر رہا ہے۔ مجھے بتا رہا ہے کہ سب کچھ آپ کی دعا سے ہوا اور بار بار اس بات کی تکرار کرتا ہے۔ کہنے کا انداز ہوتا ہے۔ اس صورت میں شدید تکلیف پہنچتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب آپ کی دعا سے...... میں سن لیتا ہوں لیکن کہنے کی طرز مجھے پسند نہیں آتی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ کہیں کہ اللہ نے فضل فرمایا۔ آپ کی دعا قبول کرلی۔ یہ بیشک کہیں کہ مشکل میں تھے، اللہ نے بہت فضل فرمایا آپ کی عاجزانہ دعا کو پایہ قبولیت میں جگہ بخشی اور اس کے نتیجہ میں رحم فرما دیا۔ یہاں تک تو کوئی شرک والی بات نہیں لیکن خدا کا ذکر ہی نہ آئے اور بار بار کہا جائے آپ کی دعا۔ آپ کی دعا۔ اسی سے تو اعصاب ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض دفعہ میں اس سے جان بوجھ کر عدم توجہ کرتا ہوں کیونکہ یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے، مناسب نہیں ہے کہ اس کو

کہا جائے کہ نعوذ باللہ تم نے ایک مشرکانہ رنگ اختیار کیا ہے کیونکہ وہ بیچارا کہہ تو یہی رہا ہے نا کہ اللہ نے دعا قبول کی تو اس کی دل آزاری نہ ہو جائے اس لئے میں اعراض کرتا ہوں اور اعراض کرتا ہوں تو وہ سمجھتے ہیں کہ میں نے سنا ہی نہیں۔ چنانچہ ہر آدمی تو نہیں لیکن بعض ایسا کرتے ہیں کہ پھر بار بار وہی بات کرتے چلے جاتے ہیں تو یہ سارے تلخ تجربے میرے پیش نظر تھے جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں نے نصیحت کی تھی کہ صرف مجھے ہی نہیں اوروں کو بھی جن کی دعا قبول ہوتی ہے شکریہ کے طور پر بیشک کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو بھی دعا کے لئے لکھا تھا خدا نے آپ کی دعا بھی قبول فرمالی ہوگی اور اس سلسلہ میں جہاں تک آپ کی دعا کا تعلق ہے ہم آپ کے ممنون ہیں لیکن اصل احسان خدا ہی کا ہے۔ پس اللہ کے احسان کو ہمیشہ غالب رکھیں اور اتنا نمایاں طور پر غالب رکھیں کہ آپ کے ذہن کے بھی کسی گوشے میں یہ خیال نہ پیدا ہو کہ کوئی بزرگ آپ کا اس رنگ میں وسیلہ بنا ہے جیسے دنیا کے دوسرے مذاہب میں بت پرستی شروع ہو گئی ہے۔ آج نہیں تو کل یہ چیز بزرگ پرستی میں تبدیل ہو سکتی ہے اور بزرگ پرستی سے تو مجھے ایسی نفرت ہے کہ خدا نے میری طبیعت میں اس کے خلاف اشتعال رکھ دیا ہے۔ میں برداشت ہی نہیں کر سکتا کہ دنیا میں بزرگ پرستی کی جائے۔ میں تو آپ سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ آپ سب اولیاء اللہ بنیں۔ بہت مزا آتا ہے جب دعا گو مربی لکھتے ہیں کہ افریقہ کے جنگلوں میں یہ ہو رہا تھا اور ہم بالکل عاجز آ گئے تھے تو ہم نے عاجزانہ دعا کی اور خدا نے اس طرح نشان دکھایا۔ یہ تو بہت مزے کی بات ہے اور دل خوش ہو جاتا ہے لیکن بزرگ پرستی کا رنگ اختیار نہ کریں خواہ میری ذات سے متعلق ہی ہو کیونکہ یہ آئندہ نسلوں کی تباہی کا موجب بن سکتی ہے۔ مرتبہ وہی ہے جو خدا کا مرتبہ ہے۔ اس کے بعد سارے مرتبے اس کے تعلق سے بنتے ہیں اور اس اولیت کو اور اس ثانویت کو اتنا واضح طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ شرک کو نہ تصور میں، نہ عمل میں داخل ہونے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اپنے آپ کو شرک سے کلیتہً پاک کریں۔ پس یہی وہ توحید کا مضمون ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے متعلق قرآن کریم نے یہ گواہی دی ہے کہ اے محمد! تو یہ اعلان کر کہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ کہ میری عبادتیں اور میری تمام تر قربانیاں، میری زندگی اور موت، میرا مرنا جینا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہو چکا ہے۔ اس مضمون کا اطلاق آپ کی زندگی کے ہر شعبے پر مکمل تھا۔ اس آیت کی راجدھانی آپ کی مکمل ذات پر تھی۔ آپ کی ذات کا ایک ذرہ بھی اس آیت کے عمل سے باہر نہیں تھا۔ آپ کا وجود کامل طور پر اس آیت کے تابع زندگی بسر کر رہا تھا۔

اس ضمن میں جو گواہیاں کثرت سے ملتی ہیں ان میں سے ایک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں بیان ہوئی ہیں مگر غور طلب بات یہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی ایسی ہیں جن میں انسان عموماً سمجھتا ہے کہ چھوٹی سی باتوں میں اگر خدا کی مرضی سے ہٹ بھی جایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ بعض دفعہ چھوٹی باتوں میں اطاعت زیادہ عظمت کا نشان ہے اور توحید پرستی کی زیادہ علامت بن جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو، نہ خادم کو، البتہ اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خوب جہاد کیا ہے۔ یعنی مزاج ایسا تھا کہ کسی کے اوپر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتے تھے لیکن خدا کے رستے میں جہاد بہت کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل آپ کی نرمی بھی خدا کی خاطر تھی اور آپ کی سختی بھی خدا تعالیٰ کی خاطر تھی۔ ایک پہلو جو اس میں بیان ہونے سے رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کسی کو نہیں مارا تو کیوں نہیں مارا؟ اللہ کی وجہ سے۔ اللہ کی محبت سے اور اللہ کے خوف سے کیونکہ یہ بات کہ نہ مارنے کا تعلق خدا کے خوف سے تھا یہ حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے ثابت ہوتی ہے۔ غالباً ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ کسی غلام کو مار رہے تھے، اس سے کوئی بہت نازیبا حرکت ہوئی تھی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اس طرف بڑھے اور خدا کا خوف دلایا۔ کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ آپ کی آواز میں ایسا جلال تھا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں اس غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اگر نہ کرتے تو جہنم کا خطرہ تھا یعنی میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈراتا ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کا مارنے سے رکنا اللہ کے جلال کی وجہ سے تھا اور دوسروں کو جب آپ نے اس طرح کمزوروں پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو اس وقت آپ کے دل کی نیت کھل کر باہر آگئی۔ پس جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی بار آپ کو نصیحت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی خاموش سیرت گہرے پانی کی طرح ہے۔ اس میں ڈوب کر آپ کے حسن و جمال کا اندازہ کریں تو حیران ہو جائیں گے کہ ان خاموش اداؤں میں خدا کی کتنی گہری محبت پائی جاتی تھی اور توحید کتنی زیادہ اس میں جلوہ گر تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سیرت کا عرفان عطا فرمائے کیونکہ اگر سیرت کا عرفان ہو جائے تو ہماری زندگیوں کے نقشے بدل سکتے ہیں۔

اللہ کی خاطر جہاد کیا سے مراد یہ ہے کہ جہاں خدا کی خاطر سختی کرنی پڑتی ہے وہاں ضرور کی ہے اور وہ مثال نظر آتی ہے جو میں نے پہلے بیان کی تھی یعنی حدود کے اطلاق میں کوئی نرمی نہیں کی۔ اتنا نرم دل تھا کہ کسی کو ادنی سی تکلیف بھی نہیں پہنچا سکتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ کی حدود کا سوال ہوا ہے تو دل کو پتھر

کرلیا اور خدا کی رضا کی خاطر وہ سزا دی کہ آپ کی ذات کے ساتھ اس سزا کا کوئی دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ یعنی ایسی سزائیں کہ جن کو سنتے ہیں تو آج بھی دل دہلتا ہے کہ اتنی سخت سزا ہے اور جاری کرنے والا وہ ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اس ذات کو اس سزا کے نتیجہ میں جو تکلیف پہنچتی ہوگی۔ یہ بھی وہ خاموش سیرت ہے جس کا بیان ہمیں نہیں ملتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جب بھی کوئی سزا نافذ کرتے تھے تو چونکہ یہ آپ کی فطرت کے مخالف چیز تھی اس لئے مجھے یقین ہے کہ آپ کو سزا پانے والے سے بڑھ کر تکلیف ہوتی تھی مگر رضائے باری کی خاطر خدا کے نام پر اس کی محبت میں جو جہاد فرمایا ہے وہ اس قسم کا جہاد ہے جس کا ذکر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا ہے ورنہ جو قتال ہے اس میں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے صرف ایک بد نصیب شخص کو نیزہ مارا تھا اور جس کی نوک سے آخر وہ مارا گیا۔ نوک لگنے سے ہی وہ زخم اتنا گہرا ہوگیا کہ وہ مر گیا ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دشمن کو عملاً مارنے کی کوئی اور گواہی میرے علم میں نہیں۔ ممکن ہے کہ لڑائی کے دوران کہیں تھوڑی بہت ضرب پہنچی ہو لیکن تاریخ نے محفوظ نہ کی ہو۔

پھر فرماتی تھیں: خدا کی خاطر انتقام چھوڑ دیتے تھے۔ انتقام نہیں لیتے تھے لیکن جب خدا کی حرمت کا سوال اٹھتا اور شعائر کی بے حرمتی کی جاتی تو پھر اس کا انتقام ضرور لیتے تھے۔ مراد وہی بات ہے جو میں نے کی ہے کہ شعائر کی بے حرمتی میں اسی حد تک انتقام لیتے تھے جس حد تک اللہ تعالیٰ انتقام کی ہدایت فرماتا تھا اس سے بڑھکر نہیں۔ پس

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سیرت کے وہ تمام پہلو ہیں جن میں آپ کا کسی غصہ کے اظہار سے رک جانا بھی شامل ہے۔ محبت اور پیار کا اظہار بھی شامل ہے۔ عفو بھی شامل ہے اور سزا بھی شامل ہے۔ یہ تمام امور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی توحید کے ساتھ کامل وابستگی کے نشان ہیں۔ توحید کے ساتھ کامل وابستگی ان معنوں میں کہ خدا کے بعد کوئی ذات باقی نہ رہی۔ اپنی ذات بھی آپ نے کھو دی۔ جہاں تک آپ کی کائنات کا تعلق تھا اس کائنات میں خدا کے سوا کوئی وجود نہیں تھا اور خدا کے وجود کے حوالے سے دوسرے وجود ابھرتے تھے۔ خدا ان وجودوں سے جو سلوک چاہتا تھا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم وہی سلوک ان سے کرتے تھے۔ اپنی ذات بھی مٹ گئی تھی۔ ساری کائنات مٹ چکی تھی۔ صرف ایک اللہ باقی تھا اور اللہ کے حوالے سے ایک نئی کائنات ابھری تھی۔ موحد کے لئے ایک نئی دنیا پیدا ہوا کرتی ہے۔ تبھی قرآن کریم نے خلق آخر کا مضمون بیان فرمایا

ہے۔ وہ مومن جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے تعلق باندھ لیتا ہے اور خدا کا اس سے تعلق قائم ہو جاتا ہے اس الہی تعلق کے نتیجہ میں وہ خلق آخر پاتا ہے۔ اگر اس کو اسی دنیا میں نئی خلق عطا ہوئی ہے تو باقی دنیا بھی دراصل اس کے لئے ایک نئی خلق کی صورت میں ابھرتی ہے۔ وہ دنیا کو نئے زاویہ سے دیکھنے لگتا ہے۔

جہاں تک جہاد کے دوران حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی اللہ کے لئے غیرت کا تعلق ہے اس سلسلہ میں ایک لمبی حدیث میں سے ایک حصہ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ جنگ احد میں جب وہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ وہ صحابہؓ جو ایک درے پر مامور فرمائے گئے تھے اور حکم تھا کہ تم نے وہاں سے کسی قیمت پر نہیں ٹلنا لیکن ان میں سے بعض نے جب یہ دیکھا کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں اور بے تحاشا بھاگ رہا ہے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ اب ہمارا جو دائرہ امر تھا وہ ختم ہو گیا ہے یعنی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ہمارے لئے جو حکم دیا تھا اس کا دائرہ ختم ہو گیا۔ اب اس کی حد ختم اور اب ہم آزاد ہیں جو چاہیں کریں۔ فتح ہو گئی۔ ساری عمر کے لئے تو یہاں نہیں بیٹھنا تھا۔ گویا یہ ان کے ذہن نے سوچا اور یہ سوچ غلط تھی کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا فرمان بالکل واضح تھا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں خواہ فتح بھی ہو جائے تم نے نہیں ٹلنا۔ بہر حال غلطی ہوئی اور اس کی بہت بڑی سزا سب مسلمانوں کو بھگتنی پڑی۔ کیونکہ بعض دفعہ ایک غلطی سے قوم کو سزا ملتی ہے۔ ایک ڈرائیور ایکسیڈنٹ کرتا ہے لیکن ساری بس کے لوگ مارے جاتے ہیں۔ یہ ایک قانون قدرت ہے کہ بعض غلطیاں قوم کے لئے تکلیف دہ بن جایا کرتی ہیں۔ بہر حال جب وہ ابتلاء کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اپنے بعض عشاق کے جھرمٹ میں ایک غار میں پناہ گزیں تھے اس وقت ابو سفیان نے بڑی تعلی سے یہ اعلان کرنا شروع کیا کہ ہم جیت گئے۔ بدر کا بدلہ لے لیا گیا اور اس اعلان کے بعد اس نے بلند آواز سے یہ کہا کہ کیا مسلمانوں میں محمدؐ ہے؟ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم زندہ موجود ہیں؟ صحابہؓ نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا کہ بالکل جواب نہیں دینا۔ پھر اس نے اعلان کیا کہ کیا ابن ابو قحافہ ہے یعنی حضرت ابو بکرؓ اور بلند آواز سے تین دفعہ اس نے یہی کہا لیکن چونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اجازت نہ دی تھی اس لئے سب خاموش رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے متعلق آتا ہے کہ جب اس نے کہا کہ ابن خطاب ہے تو حضرت عمرؓ کچھ بے قابو ہوئے اور جواب پر تلے کیونکہ آپ کے مزاج میں اس لحاظ سے ذرا زیادہ تیزی پائی جاتی تھی کہ کون ہوتا ہے عمرؓ کی بے عزتی

کرنے والا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے پھر ہاتھ کے خاص اشارے سے کہا کہ نہیں بالکل جواب نہیں دینا۔ چنانچہ وہ خاموش رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ جواب دے دیا تھا مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت کرنے والے نے شاید غلطی کی ہو۔ مجھے اس بات پر تسلی نہیں ہے کیونکہ آخر وقت پر جو بات رونما ہوتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک صحابہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اشارے پر خاموش ہی رہے تھے اور دشمن کو پتہ نہیں لگ سکا تھا کہ وہ کہاں پناہ گزیں ہیں یہ ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے آہستہ آواز میں اپنے دل کا غصہ نکال لیا ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اشارے کے احترام میں اونچی آواز استعمال نہ کی ہو مگر یہ پہلو غور طلب ہے کہ آپ نے جواب دیا تھا یا نہیں بہر حال جب یہ بات ختم ہوئی تو پھر ابوسفیان نے بڑے زور سے یہ نعرہ لگایا۔ اُعْلُ ھُبل۔ اُعْلُ ھبل۔ کہ ھبل کی سر بلندی ہو۔ ھبل کی سر بلندی ہو۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بے قرار ہو گئے اور فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ جواب کیوں نہیں دیتے۔ یعنی جب تک ذاتی انسانی عزتوں کا سوال تھا تو آپ کو کوئی پرواہ نہیں تھی اور حکمت کا تقاضا بھی یہی تھا۔ بہت زخمی تھے، چند تھے، کمزور تھے، دشمن بڑا غالب تھا اور عارضی فتح اس کے سر کو چڑھی ہوئی تھی۔ ایسے موقعہ پر جواب دیکر اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے والی بات تھی۔ پس جب تک انسانی عزتوں کا سوال تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے بار بار سختی کے اشارے سے صحابہؓ کو منع کیا۔ نہ اپنی عزت کی پرواہ کی نہ دوسرے صحابہؓ کی عزت کی، مگر جب اس نے ھبل جھوٹے خدا کی بلندی کا نعرہ لگایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بے قرار ہوئے اور فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے، جواب کیوں نہیں دیتے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! کیا جواب دیں۔ آپ نے فرمایا! اس سے کہو اور یہ اعلان کرو کہ اللّٰہُ اَعلیٰ وَ اَجلّ۔ اللّٰہُ اَعلیٰ وَ اَجلّ۔ خدا ہی ہے جو سب سے زیادہ معزز ہے اور سب سے زیادہ جلیل القدر اور جلیل الشان ہے۔ اس سے زیادہ شاندار کوئی وجود نہیں ہے۔ پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے جمال کے تابع تھا اور کوئی فیصلہ خدا کی عظمت کے تصور کے بغیر نہیں تھا۔ انسانی عظمت کے تصور کو آپ کے فیصلوں میں کوئی دخل نہیں تھا۔ کلیتہً اللہ کی عظمت کے پیش نظر آپ بولتے تھے اللہ کی عظمت کے پیش نظر خاموش رہتے تھے اور کسی انسانی مفاد کا آپ کے بولنے اور آپ کی خاموشی میں کوئی دخل نہیں تھا۔ جب خدا تعالیٰ کی توحید بیان کرتے تو ایک خاص جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ ایک خاص جلال پیدا ہوتا تھا اور صحابہؓ کی زندگی پر اتنا گہرا اثر پڑتا تھا کہ بعض ایسے خطابات ہیں کہ جن کو صحابہؓ نے سنا اور از بر کر لیا اور آگے اپنی نسلوں تک ان خطابات کو پہنچاتے رہے کہ ایک موقعہ پر حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اس طرح اللہ تعالیٰ کے جمال اور جلال کا ذکر فرمایا۔ ان الفاظ میں آپ کے سامنے میں یہ حدیث رکھتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! میں نے اپنی ذات پر ظلم حرام کر رکھا ہے اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے۔ پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گم گشتہ راہ ہو سوائے ان لوگوں کے جن کو میں صحیح رستے کی ہدایت دوں۔ پس مجھ سے ہدایت طلب کرو۔

"یہاں اپنی ذات پر ظلم حرام کر رکھا ہے" کے بعد فرمایا "اور میں نے اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے" ان دو باتوں کا گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق میں آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات میں انسان کے تمام مصالح اور تمام مفادات مجتمع ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر خدا ہی ہے اور کچھ نہیں تو انسان کے سارے مفادات اس ایک ذات سے وابستہ ہو جاتے ہیں لیکن وہ مفادات حاصل کیسے ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ان اسرار سے پردہ اٹھایا ہے اور یہ فرما رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی ذات پر ظلم حرام قرار دیا ہے۔ پس جب تک تم اپنی ذات پر ظلم حرام قرار دیئے رکھو گے تمہارا تعلق خدا سے رہے گا جو تمہیں ظلموں سے بچانے کا ذمہ دار ہو جائیگا۔ اگر تم نے اپنی ذات پر ظلم حلال کر لئے تو خدا کے اس پہلو سے تمہارا تعلق ٹوٹ جائیگا یعنی خدا کی ذات سے تعلقات کی دراصل ایک حبل نہیں بلکہ بہت سی رسیاں ہیں اور ہر رسی کا کسی خاص حصے سے تعلق بنتا ہے۔ بعض لوگ کسی ایک صفت میں اللہ تعالیٰ کی کامل غلامی اختیار کرتے ہیں اور اسی کے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بعض دوسری صفات میں ویسے نہیں ہو سکتے۔ خدا اس پہلی نیکی کے پھل سے ان کو محروم نہیں رکھتا۔ جس جگہ بھی اور جتنا بھی تعلق انسان خدا سے باندھے اسی حد تک خدا اپنے رحم و کرم کے جلوے اور اپنے فضل کے جلوے اس انسان کو دکھاتا ہے۔ پس ٹکڑوں ٹکڑوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے جو نصائح فرمائی ہیں ان میں یہ حکمت ہے کہ تم کمزور انسان ہو۔ کس طرح دنیا کے ظلموں سے بچ سکتے ہو۔ تم میں طاقت ہی نہیں ہے لیکن تم میں ایک طاقت ضرور ہے کہ اگر چاہو تو دنیا کو اپنے ظلموں سے بچا لو۔ اللہ تعالیٰ تم سے یہ توقع تو نہیں رکھتا کہ تم طاقت سے بڑھکر دنیا کے ہر ظالم کے ظلم سے بچتے رہو جیسے فرمایا

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ نصیحت ضرور کرتا ہے کہ خدا کے نام پر بنی نوع انسان کو اپنے ظلموں سے بچاؤ اگر تم ایسا کرو گے تو خدائے واحد کی غیرت تمہاری حفاظت فرمائے گی اور تمہیں بنی نوع انسان کے ظلموں سے بچائیگی۔ پھر فرمایا: اے میرے بندو! تم سب گم گشتہ راہ ہو سوائے ان لوگوں کے جن کو میں صحیح

رستے کی ہدایت دوں، پس مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ ایک ہدایت تو وہ ہے جو قرآن کریم کی صورت میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ہم تک آ پہنچی اور وہ جاری و ساری ہدایت ہے۔ پھر یہاں کس ہدایت کا ذکر ہے؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگنی پڑتی ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو قرآن کریم پڑھتے ہیں۔ جگہ جگہ ان کے لئے اشکال آتے ہیں۔ وہ علماء کی طرف دوڑتے ہیں۔ کتابیں بھی پڑھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ مشکلات دور ہو جائیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ محنت کرنی چاہیئے مگر سب سے پہلے دعا کرنی چاہیئے اور یہی مضمون یہاں بیان ہوا ہے۔ وہ لوگ جو دعا کی طرف متوجہ نہ ہوں اور انسانوں سے قرآن کریم کے مسائل سمجھنے کی کوشش کریں۔ پہلا انحصار انسانوں پر ہو ان کو کبھی بھی سچا عرفان نصیب نہیں ہوتا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ پھر ان کو ایک اشکال کے بعد دوسرا اشکال دکھائی دینے لگتا ہے۔ ایک مسئلہ حل ہوتا ہے تو ایک اور کھڑا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود...... نے ایک موقعہ پر بڑی واضح نصیحت فرمائی کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو، اچھی بات ہے پوچھا کرو لیکن دعا تو کیا کرو۔ دعا کر کے خدا سے براہ راست ہدایت تو طلب کیا کرو۔ پھر بہت سے ایسے مسائل ہیں جو خدا خود تمہیں سمجھا دے گا اور اس طرح ہر بات میں احتیاج نہیں رہے گا۔ یہ لازم ہے کہ ہر انسان کا ایک مرتبہ، ایک مقام ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بعض کو زیادہ عرفان عطا کیا ہوتا ہے بعضوں کو کم، اس لئے دعا کے بعد بھی ایک احتیاج رہ جاتا ہے لیکن اس احتیاج میں اور دعا کے بغیر احتیاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ دعا کے بعد جو احتیاج باقی رہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ خود پورا فرماتا ہے۔ تسلی عطا کرتا ہے جو ہر سائل کا اصل مقصد ہے کہ اس کے دل کو تسلی نصیب ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت بھی تو یہی تھی۔ دل میں ایک اشکال پیدا ہوا کہ مردے کیسے زندہ ہوں۔ وہ قومیں جو صدیوں سے مری ہوئی ہیں یہ کیسے زندہ ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو ایمان نہیں لاتا عرض کیا کہ اے آقا! ایمان تو لاتا ہوں لیکن دل کو بھی تو اطمینان نصیب ہو۔ بہت ہی پیاری بات ہے۔ اس کو پیش نظر رکھیں ایمان کے ذریعہ قران کریم کی ہر بات کو تسلیم کرنا یہ اور بات ہے۔ یہ ایمان اور اسلام کے ساتھ تعلق والی بات ہے۔ طمانیت قلب کا مضمون اور ہے۔ آپ ہاں کہ جاتے ہیں۔ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں لیکن بعض دفعہ دل مطمئن نہیں ہوتا۔ اطاعت کے جذبے سے ایسا کرتے ہیں مگر انبیاء اور اصدقاء کی سنت یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے تسکین دل بھی طلب کرتے ہیں اور اس کے بغیر ایمان کو درحقیقت دائمی زندگی نصیب نہیں ہوا کرتی۔ جہاں

طمانیت قلب میں کمی ہو وہاں جگہ جگہ خلا پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ خلا جو ہیں وہ عمومی کمزوری کا موجب بن جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ جب ہوائی جہازوں کے پر ٹوٹ جاتے ہیں اور تحقیق کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ جب ان کو بنایا گیا تھا تو ہوا کے بعض بلبلے ان کی تخلیق میں داخل ہو گئے اور جہاں جہاں بلبلہ ہے وہاں وہاں کمزوری ہے۔ پس کثرت استعمال سے ان بلبلوں کے اردگرد کمزوری بڑھنی شروع ہوئی اور بالآخر وہ پر ٹوٹ گئے جب کہ سائنس کے نقطہ نگاہ سے جس طرح تیاری کی جاتی ہے بظاہر ان کو نہیں ٹوٹنا چاہیئے۔ پس ایمان میں بھی بعض دفعہ خلا کے بلبلے آجاتے ہیں اور وہی جگہ ہے جس کا طمانیت سے تعلق ہے۔ پس وہ لوگ جن کے دل مطمئن نہیں ہوتے ان کو لازماً اللہ کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور خدا سے ہدایت طلب کرنی چاہیئے اور خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم مجھ سے ہدایت مانگو گے تو میں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے ہدایت عطا کرنے کے کئی رستے ہیں۔ بعض دفعہ دل میں ایک سوال اٹھتا ہے تو ضروری نہیں کہ اس کا جواب خدا کی طرف سے رؤیا میں ملے یا ویسے القاء ہو اچانک ایک کتاب پر ہاتھ پڑ جاتا ہے اور اس کتاب میں وہی مضمون بیان ہوا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود...... کی کوئی تحریر سامنے آجاتی ہے جس سے سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ پس ہدایت طلب کرنے کی عادت کو اختیار کریں اور اس کو پکڑ لیں۔ ہر مشکل کے وقت پہلے اللہ ہی کا خیال آنا چاہیئے۔ خدا ہی سے مدد مانگیں۔ ہر مسئلے کے وقت پہلے اللہ سے پوچھیں اور پھر دنیا کی کوششیں ضرور کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان میں برکت ڈالے گا۔ پھر فرماتا ہے: میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں پس مجھ سے رزق طلب کرو۔ میں تم کو رزق دوں گا۔ یہاں صرف بھوکے پیش نظر نہیں ہیں جن کو واقعی کھانا نہیں ملتا۔ امیر بھی اور غریب بھی تمام بنی نوع انسان اس میں شامل ہیں۔ پس ہر کھانا جو ہمیں نصیب ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف سے عطاء کردہ رزق ہے۔ اگر خدا اس رزق سے ہاتھ کھینچ لیتا تو ہمیں نصیب نہ ہوتا۔ بعض دفعہ خدا تعالیٰ اس طرح بھی ہاتھ کھینچتا ہے کہ رزق سامنے ہے لیکن کھانے کی توفیق ہی نہیں۔ بچے ہیں جن کو بیماری ہو جاتی ہے اور بھوک ہی نہیں لگتی۔ ماں باپ روتے پھرتے ہیں کہ ان کو ہم اچھے سے اچھا کھانا دیتے ہیں لیکن ان کے نصیب میں ہی نہیں ہے۔ پس یہ بہت بڑا اور وسیع مضمون ہے جس کا زندگی کے ہر شعبے سے تعلق ہے جس میں انسان رزق کا محتاج ہو خواہ وہ رزق مال و دولت کی شکل میں ہو۔ خواہ وہ کھانے پینے کی شکل میں رزق ہو۔ بعض دفعہ مال و دولت نصیب ہوتا بھی ہے لیکن اس کا فیض انسان کو حاصل نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے امیر لوگ ایسے ہیں جن کے سینوں میں آگ لگی رہتی ہے۔ کچھ بھی فائدہ نصیب نہیں ہوتا۔ پس فرمایا ہے کہ میں رازق ہوں۔ میں رزق دیتا ہوں مجھ سے مانگو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں رزق نصیب بھی

ہو تو خدا سے ضرور رزق مانگنا چاہیئے۔ وہ رزق خدا کی طرف سے عطاء کردہ رزق بنا ہوا ہو اور ہماری کمزوریوں کے نتیجہ میں حاصل کردہ رزق نہ ہو۔ جب آپ اس مضمون میں داخل ہوں تو مالی معاملات میں صفائی کا مضمون اس کے ساتھ گہرا تعلق رکھتا ہے۔ ایک طرف انسان خدا کو یہ عرض کرتا ہے کہ اے خدا! میرا تو ہر کھانا تیری عطا ہے۔ تجھ سے نہ مانگوں تو مجھے کچھ بھی نہ ملے اور دوسری طرف بھائیوں سے، دوستوں سے بددیانتیاں بے ایمانیاں اور جھوٹے وعدے کر کے پیسے بٹورنا بلکہ بعض لوگ اپنے ماں باپ کی وفات پر اپنے بھائیوں اور بہنوں کے حق مار جاتے ہیں۔ کئی ایسے مقدمے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ بہنیں عمر بھر روتی رہیں لیکن ظالم بھائی قابض تھے انہوں نے جائیداد میں سے بہنوں کو کچھ نہ دیا۔ یہ ساری مثالیں عملاً شرک کی مثالیں ہیں اور ان کا تعلق اس حدیث کے اس حصے سے ہے کہ میں رزق دیتا ہوں مجھ سے طلب کرو۔ دھوکے بازیاں کیوں کرتے ہو۔ بددیانتیاں کیوں کرتے ہو۔ ایک دوسرے کا حق کیوں مارتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو وہ کھانا جو تم کھا رہے ہو وہ خدا کا عطاء کردہ نہیں رہے گا یعنی خدا تعالیٰ کی رضا اس میں شامل نہیں رہیگی اور ایسا رزق تو زہر بن جائیگا۔ تمہارے دین و دنیا کے لئے تباہی کا موجب بن سکتا ہے پھر فرمایا میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں لباس پہناؤں۔ اب دیکھیں ہم سب نے لباس پہنے ہوئے ہیں اور کبھی خیال ہی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے لباس پہنایا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی لباس پہنتے تھے تو پیار کے ساتھ بسم اللہ پڑھا کرتے تھے اور اس کو اس طرح ہاتھ لگاتے تھے جس طرح ایک محبوب نے تحفہ دیا ہے۔ محبت اور ملائمت کے ساتھ پھیرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے عطا کیا ہے تو وہ لباس تھا جو واقعی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ وہ دنیا کا لباس بھی لباس التقوٰی بن گیا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ہر لباس، لباس التقوٰی تھا کیونکہ ہر لباس کو اللہ کی عطا سمجھتے تھے۔ وہ بیوقوف جن کے پاس بے شمار لباس پڑے ہوئے ہیں اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہماری کوششوں سے ہماری محنتوں سے ہمیں نصیب ہو گئے ہیں اور خدا کا شکر دل میں پیدا نہیں ہوتا وہ ننگے ہی رہتے ہیں۔ پس یہاں تم ننگے تھے میں تمہیں پہناتا ہوں، کا ایک اور مضمون بھی ہے اور وہ یہ کہ تم ہر لباس میں ننگے ہو جب تک اللہ تمہیں لباس فاخرہ عطا نہ کرے۔ پس خدا سے لباس مانگو۔ غالب بھی کہتا ہے

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

میری تو ساری زندگی ایک ننگے وجود میں کٹی۔ ننگے وجود کے دو معنی ہیں۔ اصل معنی تو ہے۔ وجود

کے لئے شرم یعنی میرا وجود وجود کے لئے ایک شرم اور عار تھا۔ ایسا ناقص انسان تھا کہ وجود گویا مجھ سے شرمندہ ہوتا تھا کہ یہ بھی کوئی وجود ہے لیکن اس میں ایک Pun ہے۔ کھیل کھیلا گیا ہے۔ ننگے کا مطلب ویسے ننگا ہونا بھی ہے۔ ان دونوں مضمونوں کو اکٹھا کر کے غالب کہتا ہے۔

ڈھانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی
میں ورنہ ہر لباس میں ننگ وجود تھا

میرے ننگے پن کے سارے داغ کفن نے ڈھانپ لئے ورنہ میں تو ہر لباس میں ننگا ہی تھا دوسرے معنوں میں یہ بات بنتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تم خدا کے فضل کے بغیر ایسے ننگے ہو کہ کفن بھی تمہارا ننگ نہیں ڈھانپ سکتا۔ صرف اللہ کا فضل اور فیض ہے جو تمہارے تن ڈھانپ سکتا ہے۔ پس اگر لباس التقوٰی چاہتے ہو تو ہر لباس پر اس طرح نظر کرو کہ گویا خدا نے عطا کیا ہے اور اپنے آپ کو اس کے بغیر ننگا سمجھو تو ہمارا ہر لباس جو بھی ہے وہ تقوٰی کا لباس بن جائیگا اور خدا کے فضلوں کا لباس بن جائیگا۔ وہ ہمارے ظاہری عیوب ہی نہیں ڈھانپے گا خدا کے فضل کا ہاتھ اس میں ایسی برکت ڈالیگا کہ ہمارے باطنی عیوب بھی ہر لباس میں چھپے رہیں گے پھر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! تم دن رات غلطیاں کرو تو بھی میں تمہارے گناہ بخش سکتا ہوں پس مجھ سے ہی بخشش مانگو۔

اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے اس لئے باقی آئندہ جمعہ میں انشاء اللہ بیان کروں گا تاہم اس ضمن میں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ خدا سے بخشش طلب کرنے کا تعلق بھی انسان کے بخشش کرنے سے ہے اور وہ شخص جو خدا کی راہ میں خدا کی مرضی کے تابع بخشش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ ہمیشہ بخشش کی نظر رکھتا ہے۔ ہمیشہ اس سے بخشش کا سلوک فرماتا ہے۔ یہ مضمون بعض دفعہ لوگوں کے ذہنوں میں الجھ جاتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بخشش کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں بخشش کر دو حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا تھا کہ خدا کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اپنے دل کی نرمی کو دخل نہیں دینے دیتے تھے۔ مجھے بھی بعض لوگ لکھ دیتے ہیں اچھا ہوا آپ نے بخشش کا مضمون بیان فرما دیا۔ آپ ہم سے ناراض ہیں اور فلاں بات پر ہمیں سزا ملی ہوئی ہے۔ اب اس بخشش کے حوالے سے بخش دیں ورنہ خدا آپ کو نہیں بخشے گا۔ یعنی یہ کہتے تو نہیں ہیں لیکن مراد یہی ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ ایسے مقامات ہیں کہ اگر میں بخش دوں تو خدا مجھے نہیں بخشے گا کیونکہ وہاں مجھے اجازت نہیں ہے۔ انصاف کے ایک ہاتھ سے ہر قصوروار سے جو سلوک ہے خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی ہو وہ مجبوری ہے۔ وہاں وہ حدیث سامنے آتی ہے کہ اگر

باقی صـ ۳۸

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

تقویٰ — سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تحریرات کی روشنی میں

مرتبہ : محترم عبدالوہاب احمد صاحب ۔ مربی سلسلہ احمدیہ

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب سے مسند امامت پر فائز ہوئے ہیں جماعت کو تقویٰ کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ تقویٰ کے معیار کو بلند کرنے اور تقویٰ کو اپنا لباس اور زادراہ بنانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ حال ہی میں عالمگیر جماعت احمدیہ یو۔ کے کے جلسہ سالانہ 1993ء میں آپ نے جماعت کو بار بار تقویٰ میں ترقی کرنے کی تاکید فرمائی اور اسے سفر احمدیت کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے!

"آنے والوں کے استقبال کے لئے اپنے تقویٰ میں ترقی کریں...... احمدیت نے لمبا سفر کرنا ہے۔ زاد راہ لیکر چلو اور تمہارا زاد راہ تقویٰ ہے........ ساری دنیا کو تقویٰ سے بھر دیں"۔

اب سوال یہ ہے کہ تقویٰ کیسے اور کیونکر حاصل ہو۔ تقویٰ میں ترقی کرنے اور اسے زادراہ بنانے کا کون سا طریقہ اور راہ ہے۔ یہ راہ بھی ہمیں آپ نے ہی بتائی جیسا کہ فرمایا ہے کہ!

"حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات جو تقویٰ کے بارہ میں ہیں وہ پڑھیں"

(الفضل 29۔ جنوری 1993ء)

چنانچہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے تقویٰ کے ضمن میں چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

تقویٰ اور متقی

قرآن کریم نے تقویٰ پر بڑا زور دیا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاں متقی کو سب سے زیادہ معزز قرار دیا اور بتایا ہے کہ ہدایت و رشد کی تمام راہیں تقویٰ سے کھلتیں اور فتح و نصرت کے دروازے متقی پر وا ہوتے ہیں۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے تقوٰی کی برکات اور فوائد اور متقی کے مقام پر احسن پیرائے میں روشنی ڈالی ہے۔ اور اپنی جماعت کو تقوٰی کی باریک در باریک راہیں اختیار کرنے اور متقی بننے کے لئے زریں نصائح فرمائی ہیں آپ نے فرمایا!

"اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقوٰی کی بابت نصیحت کی جاوے کیونکہ...... بجز تقوٰی کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون؟"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 10)

اپنی جماعت کو بطور خاص تقوٰی اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی ہے اس لئے آپ کی وہ زریں نصائح وہدایات ملفوظات سے آپ کے ہی الفاظ میں پیش ہیں تا احباب جماعت آپ کے ارشادات کی راہنمائی اور روشنی میں لباس تقوٰی میں ملبوس ہو کر اتقاء کے نتیجہ میں اکرم کا اعلیٰ مقام حاصل کر سکیں۔

تقوٰی کیا ہے

مغز اور خلاصہ شریعت

تقوٰی کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقوٰی ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور مغز شریعت تقوٰی ہی ہو سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 108)

الوہیت اور عبودیت کا ملاپ

اصول تقوٰی کا یہ ہے کہ انسان عبودیت کو چھوڑ کر الوہیت کے ساتھ ایسا مل جاوے جیسا کہ لکڑی کے تختے دیوار کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی شئے حائل نہ رہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 335)

موت نفس

ابتلا کے دنوں میں اپنے نفس کو مار کر تقوٰی اختیار کریں۔ میری غرض ان باتوں سے یہی ہے کہ تم نصیحت اور عبرت پکڑو۔ دنیا فنا کا مقام ہے آخر مرنا ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 209)

ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ تقویٰ کا مضمون باریک ہے اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ...... متقی ہونا مشکل ہے جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ تقویٰ ایک ایسی دولت ہے کہ اس کے حاصل ہونے سے انسان خدا تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو کر نقش وجود کو مٹا سکتا ہے۔ کمال تقویٰ کا یہی ہے کہ اس کا اپنا وجود ہی نہ رہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 347۔301)

تقویٰ حقیقت میں اپنے کامل درجہ پر ایک موت ہے کیونکہ نفس کے سارے پہلوؤں سے مخالفت کرے گا تو نفس مر جاوے گا اسی لئے کہا گیا ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا...... ہماری جماعت کو چاہیئے کہ نفس پر موت وارد کرے اور حصول تقویٰ کے لئے وہ اوّل مشق کریں۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 340)

دین اور نیکی اور ایمان و عمل کی جڑ

دینی امور میں جب تک تقویٰ نہ ہو روح القدس سے تائید نہیں ملے گی وہ شخص ضرور ٹھوکر کھا کر گرے گا اس دین کی جڑ تقویٰ اور نیک بختی ہے۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 429)

تقویٰ ہر چیز کی جڑ ہے۔

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

جہاں تقویٰ نہیں وہاں حسنہ حسنہ نہیں اور کوئی نیکی نیکی نہیں۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 336۔321)

تقویٰ اللہ ہر ایک عمل کی جڑ ہے جو اس سے خالی ہے وہ فاسق ہے۔ (ملفوظات جلد 6 صفحہ 340)

جب انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے واسطے دروازہ کھول دیتا ہے...... ساری جڑ تقویٰ اور طہارت ہے اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی آب پاشی ہوتی ہے اور نفسانی جذبات دبتے ہیں تقویٰ...... سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے...... تقویٰ سے سب شئے ہے...... ایاک نعبد و ایاک نستعین سے مراد بھی تقویٰ ہے۔

(ملفوظات جلد 4۔ صفحہ 204۔252۔251۔243)

تریاق زہر اور کیمیا

تقویٰ ایک تریاق ہے جو اسے استعمال کرتا ہے تمام زہروں سے نجات پاتا ہے مگر تقویٰ کامل ہونا چاہیئے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 261)

اصل کیمیا تقویٰ ہے جس نے اس کو حاصل کر لیا اس نے سب کچھ حاصل کر لیا اور جس نے اس نسخہ کو نہ آزمایا اس نے اپنی عمر ضائع کی........

انسان کے لئے متقی اور نیک بننا کیمیاگر سے بہت بہتر ہے اس کیمیاگری میں تو روپیہ ضائع ہوتا ہے مگر اس کیمیاگری میں دین بھی اور دنیا بھی دونوں سدھر جاتے ہیں۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 166)

عجب، غضب، شرک اور مقابلہ شیطان

تقویٰ کوئی چھوٹی چیز نہیں اس کے ذریعہ سے ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے جو انسان کی ہر ایک اندرونی طاقت و قوت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔

اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 36-33)

عجب، خود پسندی، مال حرام سے پرہیز اور بد اخلاقی سے بچنا بھی تقویٰ ہے.....

سب سے پہلے شرک سے بچو کہ یہ تقویٰ کی ابتدائی اینٹ ہے۔

(ملفوظات جلد 1۔ صفحہ 81 جلد 6 صفحہ 344)

نعماء جہان اور اعتدال

تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ جسے یہ حاصل ہو سے گویا تمام جہاں کی نعمتیں حاصل ہو گئیں۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 261)

تنعّم اور کھانے پینے میں بھی اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 375)

باریک بدیاں اور تدبیر

تقویٰ کے معنی ہیں ہر ایک باریک در باریک رگ گناہ سے بچنا........ تقویٰ اس کو کہتے ہیں کہ جس امر میں بدی کا شبہ بھی ہو اس سے بھی کنارہ کرے............

برے کاموں سے پرہیز کرے اسی کا نام تقویٰ ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ تقویٰ اس کا نام نہیں کہ موٹی موٹی بدیوں سے پرہیز کرے بلکہ باریک در باریک بدیوں سے بچتا رہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 321 جلد 8 صفحہ 377)

تقویٰ تو یہ ہے کہ باریک در باریک پلیدگی سے بچے اور اس کے حصول کا یہ طریق ہے کہ انسان ایسی کامل تدبیر کرے کہ گناہ کے کنارہ تک نہ پہنچے اور پھر نری تدبیر ہی کو کافی نہ سمجھے بلکہ ایسی دعا کرے جو اس کا حق ہے کہ گداز ہو جائے۔

تقویٰ حاصل کرو کیونکہ تقویٰ کے بعد ہی خدا تعالیٰ کی برکتیں آتی ہیں۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 342۔337)

تقویٰ کی اقسام اور مقام و مدارج

اقسام اتقاء

یاد رکھو اتقاء تین قسم کا ہوتا ہے پہلی قسم اتقاء کی علمی رنگ رکھتی ہے یہ حالت ایمان کی صورت میں ہوتی ہے۔ دوسری قسم عملی رنگ رکھتی ہے جیسا کہ یقیمون الصلوة میں فرمایا ہے........ یہ تقویٰ عملی کا ایک جزو ہے اور دوسری جزو اس کی مما رزقنھم ینفقون ہے........ یہ دو نمونے علمی اور عملی تقویٰ کے ہوتے ہیں لیکن اس کے سوا تیسری قسم تقویٰ کی ہے ویؤمنون بما انزل الیک انسان قوت شہادت کا محتاج ہے...... تقویٰ کی راہ یہی ہے کہ جس میں زبردست شہادتیں ہر زمانہ میں زندہ موجود ہیں........

تقویٰ اختیار کرو تقویٰ کی دو قسم ہیں ایک علم کے متعلق دوسرا عمل کے متعلق........ علوم دین نہیں آتے اور حقائق معارف نہیں کھلتے جب تک متقی نہ ہو اور عمل کے متعلق یہ ہے کہ نماز، روزہ اور دوسری عبادات اس وقت تک ناقص رہتی ہیں جب تک متقی نہ ہو۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 432۔39۔35۔ جلد 9۔ صفحہ 164)

اعلیٰ مقام و مرتبہ

متقی وہ ہوتے ہیں جو حلیمی اور مسکینی سے چلتے ہیں وہ مغرورانہ گفتگو نہیں کرتے۔ ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے چھوٹا بڑے سے گفتگو کرے...... اللہ تعالیٰ کسی کا اجارہ دار نہیں وہ خاص تقویٰ کو چاہتا ہے جو تقویٰ کرے گا وہ مقام اعلیٰ کو پہنچے گا........

قرآن شریف کی اصل غرض اور غایت دنیا کو تقویٰ کی تعلیم دینا ہے جس کے ذریعہ وہ ہدایت کے منشا کو حاصل کر سکے۔ اب اس آیت میں تقویٰ کے تین مراتب کو بیان کیا ہے۔

۱. الذین یؤمنون بالغیب ۲. ویقیمون الصلوۃ ۳. و مما رزقنھم ینفقون

یہ سچی بات ہے کہ کوئی شخص مراتب ترقیات حاصل نہیں کرسکتا جب تک تقویٰ کی باریک راہوں کی پراوہ نہ کرے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428۔37 جلد 8 صفحہ 305)

عدم بعد و اطمینان

جب انسان...... خدا ہی کے لئے ہو جاتا ہے اور طبعاً کوئی بعد نہیں رہتا........ آیت یا ایتھا النفس المطمئنۃ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ خدا تعالیٰ کا آواز دینا یہی ہے کہ درمیانی حجاب اٹھ گیا اور بُعد نہیں رہا یہ متقی کا انتہائی درجہ ہوتا ہے جب وہ اطمینان اور راحت پاتا ہے.......

خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے۔

تقویٰ کے دو درجے ہیں بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 114 جلد 3 صفحہ 344 جلد 6 صفحہ 251)

رعایت دقائق اور اعلیٰ مدارج

پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے..... انسان کو دقائق تقویٰ کی رعایت رکھنی چاہیئے۔ سلامتی اسی میں ہے۔ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرے تو پھر ایک دن وہی چھوٹی چھوٹی باتیں کبائر کا مرتکب بنا دیں گی۔ تم اپنے زیر نظر تقویٰ کے اعلیٰ مدارج کو حاصل کرنا رکھو اور اس کے لئے دقائق تقویٰ کی رعایت ضروری ہے۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 106۔374)

کشمیری زبان میں عبرانی الفاظ

محترم عبدالقادر صاحب محققؔ۔ لاہور

آج سے ایک ہزار سال پہلے ابوریحان البیرونی نے "کتاب الہند" میں اشارہ کیا کہ کشمیر میں داخلہ کے لئے سخت پابندیاں ہیں البتہ یہود بلا روک ٹوک داخل ہو سکتے ہیں. بنی اسرائیل کو آشوری اور بابلی بادشاہوں نے جلاوطن کر دیا تھا ان کے کم و بیش دس اسباط نے بلاد شرقیہ کا رخ کیا کشمیر ان کی ایک بڑی منزل تھی۔ عصر حاضر کے کشمیری سکالرز کہتے ہیں کہ اس مہاجرت کا اثر کشمیری زبان پر بھی پڑا اس میں عبرانی الفاظ موجود ہیں جو کہ بنی اسرائیل کے انتشار فی الارض کا پتہ دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید محمد یوسف بخاری جو کہ کشمیری زبان کے ایک مانے ہوئے سکالر ہیں اپنی کتاب "کشمیر اور اردو زبان کا تقابلی مطالعہ" میں رقمطراز ہیں۔

"آریاؤں کے بعد عبرانی یعنی یہودی (کشمیر میں) آئے تو اس طرح عبرانی الفاظ بھی اس زبان میں داخل ہو گئے۔ اور پھر بدھ مبلغوں کی وجہ سے پالی اور وسط ایشیائی زبانوں کا آنا جانا بھی کشمیر میں ہوا"۔ (صفحہ 64)

اسی طرح ممتاز کشمیری ادیب میر غلام احمد کشفی کی رائے میں کشمیری زبان کی ترکیب و امتزاج میں دردی، سنسکرت، ہندی، عبرانی، ترکی عربی اور فارسی شامل ہے البتہ زمانے کے انقلابات کے ساتھ ساتھ ان اجزاء کی نسبت میں کمی بیشی ہوتی رہی۔

(کشمیر ہمارا ہے صفحہ 52)

یہ دونوں حوالے ڈاکٹر ایم ایس ناز نے اپنی کتاب "تصویر کشمیر" میں نقل کئے ہیں جو کہ مقبول اکیڈمی لاہور نے 1992ء میں شائع کی۔ یہ کتاب کشمیر کے ظاہری اور معنوی حسن کا مرقع ہے۔

اس مرحلہ پر مجھے یہ بتانا ہے کہ اس تحقیق کے سلسلہ میں ایران کے ساسانی دور کے کتبات ہمارے بہترین راہ نما ہیں۔ ان میں ایران کے مشرقی مقبوضات کا ذکر ہے جو کہ قدیم ہند کے شمال مغرب میں واقع تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی کے آخری ربع میں ساسانی سلطنت وادئ سندھ سے فرات تک پھیلی ہوئی تھی ایران نے کشا کو شکست دیکر شمال مغربی ہندوستان کے مختلف بلاد کو اپنا باجگزار بنالیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بلاد کے علاوہ ان کے مذاہب کا بھی ذکر ہے ان کتبات کے لئے

RICHARD N FRYE کی کتاب

THE HERITAGE OF PERSIA کا 1975ء کا ایڈیشن میرے سامنے ہے اس کتاب میں ہے کہ ساسانی کتبوں میں ایران کے مذاہب کا ذکر ہے۔ کعبہ زرتشت کے کتبہ میں ہے کہ ساسانی ایمپائر میں یہ علاقے شامل ہیں۔

توران، مکوران، پارادان، ہندوستان (وادی سندھ) کشان شہر اور وہاں سے پاشکی بور (پشاور اور ملحقہ گندھارا کا علاقہ) اور وہاں سے کاش کاشیر یا کشمیر ایران کے شمال مشرق میں سغدانیہ اور شاش تک۔

(صفحہ 243)

اور ساسانی ایمپائر کے مذاہب کی تفصیل یوں ہے ہندوستان کے شمال مغرب میں یہودی اتنے چھائے ہوئے تھے کہ اول الذکر یہودی ثانی الذکر بدھ پھر برہمن اور ناصرا یعنی نصاری کا ذکر ہے علاوہ ازیں کرسچین کا نام ہے جو کہ مغرب کے عیسائیوں کا نام ہے پھر مکتک اور زندیق (مانی مذہب) کا نام ہے جب کہ سرکاری مذہب، مذہب زرتشت ہے۔

(صفحہ 266 نوٹ نمبر 31)

مغرب کے سکالرز ان تفاصیل کی مختلف تعبیریں کرتے ہیں کاش سے کیا مراد ہے وہ کہتے ہیں شاید کاشغر مراد ہے اس تشریح کے آگے سوالیہ نشان ہے (صفحہ 244) یعنی یقین سے کچھ نہیں کہا گیا۔ میرے نزدیک کاش سے مراد کشمیر ہے کیونکہ کنشک نے کشمیر اور کاشغر کا الحاق کر دیا تھا۔ کشمیر کو اہل کشمیر کاشیر کہتے تھے اس کا مخفف "کاش" ہے۔ جو کہ کاشغر کا حرف اول ہے۔ کاش سے کاشیر یا کشمیر مراد ہے پھر مذاہب میں اول الذکر یہودی مذہب ہے اس سے ظاہر ہے کہ شمال مغرب میں یہودی پوری طرح چھائے ہوئے تھے پھر ناصرا کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہود کا ایک حصہ نصاری میں چلا گیا جب کہ مغرب میں بسنے والے عیسائی کرسچین کہلاتے تھے ایران نے انطاکیہ (شام) پر حملہ کر کے وہاں کے عیسائیوں کو جلاوطن کر کے ایران میں بسا دیا تھا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ انطاکیہ کے عیسائی پہلی بار

کرسچین کہلائے ظاہر ہے کہ بلاد شرقیہ کے عیسائی نصاری تھے اور بلاد مغرب کے عیسائی کرسچین۔ اس تعبیر سے ظاہر ہے کہ شمال مغرب میں بدھوں اور برہمنوں کے ساتھ بنی اسرائیل آباد تھے وہ اتنی بڑی تعداد میں تھے کہ پہلا ذکر یہود کا ہے۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی میں ایران کا تعلق کشمیر سے ہو گیا تھا ان علاقوں میں یہود بڑی کثرت سے آباد ہوئے اس تعبیر کی تائید ہندوؤں کے مقدس لٹریچر سے بھی ہوتی ہے۔ پران تعداد میں 18 ہیں۔ نویں پران کا نام بھوشیہ مہاپران ہے اس میں ہندو متھالوجی کے رنگ میں بائبل کے نبیوں کا ذکر ہے مثلاً آدم نوح ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ مسیح کا۔ حضرت موسیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پیروکار ہندوستان کے برہمن علاقہ کے ماسوا سارے جگت میں پھیلے ہوئے ہیں یعنی بنی اسرائیل ہند کے شمال مغرب کے سب علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل کے آخری رسول عیسیٰ مسیح کے متعلق لکھا ہے کہ جب اپنے وطن میں رہنا ان کے لئے دوبھر ہو گیا تو وہ ہجرت کر کے ہمالہ دیش میں آگئے یہاں راجہ شالباہن سے ان کی ملاقات ہوئی اس کا تفصیلی حال درج ہے۔

ایران کے کتبات اور بھوشیہ مہاپران کو ملا کر پڑھیں تو مکمل تصویر سامنے آجاتی ہے چونکہ بنی اسرائیل کشمیر کاشغر اور شمال مغرب کے دوسرے بلاد میں بڑی کثرت سے آباد تھے۔ اس لئے "رَسُولاً اِلٰی بَنِیٓ اِسْرَآئِیْلَ" حضرت مسیح ناصری اپنے وطن سے ہجرت کر کے بلاد شرقیہ میں آگئے ان کے ساتھ وابستہ ہونے والے لوگ نصاری بن گئے۔ کاش اور یہود و ناصرا کی یہ تعبیر قرین قیاس اور قابل غور و فکر ہے سکالرز کو اس طرف توجہ مبذول کرنا چاہیئے۔ کشمیری میں عبرانی الفاظ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تحقیق جدید متعلق قبر مسیح" مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب

ضروری وضاحت

اہل کشمیر وادی کو کاشیر کہتے ہیں۔ کاشیر ایک عبرانی نام ہے اور غالباً زبور 68/6 سے لیا گیا ہے لکھا ہے وہ قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرتا ہے۔ عبرانی الفاظ ہیں۔ "اسیریم بکو شروۃ" کو شروۃ کے معنے 1۔ اقبال مند 2۔ مکمل اقبال مندی کے کئے جاتے ہیں۔ گڈ نیوز بائیبل 1976ء میں HAPPY FREEDOM معنے کئے گئے ہیں۔ وہ قیدیوں کو پر مسرت آزادی کی طرف لاتا ہے کوشروۃ کا مادہ عبرانی کا کاشیر ہے۔ عبرانی لغت میں کاشیر کے معنے TO GIVE PROSPERITY کے ہیں۔ دوسرے

معنی علماء نے پر مسرت آزادی کے کئے ہیں۔ بنی اسرائیل اسیر تھے جلاوطن تھے کشمیر میں آکر مکمل اقبال مندی سے ہمکنار ہوئے خوشی والی مسرت بھری آزادی نصیب ہوئی زبور کی آیت سے متاثر ہو کر اس خطہ جنت نظیر کو یہود نے کاشیر کا نام دے دیا۔

دوسرے معنے کاشیر کے "مانند اشیر" کے ہو سکتے ہیں اشیر یا آشر کنعان کا نہائت درجہ خوبصورت اور زرخیز ترین علاقہ اور ضلع تھا۔ یہ کنعان کے شمال مغرب میں ہے کاف حرف تشبیہ ہے کاشیر کے معنے ہیں اشیر کی مانند جنت نظیر خطۂ ارض ان دونوں معنوں کی رو سے کشمیر کا عوامی نام کاشیر ایک عبرانی لفظ ہے دوسری بات یہ ہے کہ کاشیر کو مخفف کر کے کاش بھی کہتے تھے کاش ہی ایران کے کتبہ میں آیا ہے کاشغر ایک لوکل نام ہے اس کا اصل چینی نام کاشی ہے (یہ امریکن انسائیکلوپیڈیا میں ہے) کشمیر کا پہلا حصہ کاش اس نام میں بھی موجود ہے دوسری صدی میں کنشک نے کشمیر اور کاشغر کا الحاق کر دیا تھا۔ ان کے نام بھی الحاق کے آئینہ دار ہیں پھر کاش جھیل تبت کا نام ہے۔ کاشغر خورد چترال کا افغانی نام ہے۔ کاش ناگ کشمیر کے اننت ناگ کے ایک مشہور چشمہ کا نام ہے۔ کاش خان ایک کشمیری قبیلے اور گاؤں کا نام ہے۔ اسی طرح اور بھی نام ہیں جن سے پہلے کاش آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاشیر کا مخفف کاش ہے۔ پس ایران کے تیسری صدی کے کتبہ میں کاش سے مراد کشمیر ہے گویا تیسری صدی میں فارسی توسط سے کشمیری زبان نے متاثر ہونا شروع کر دیا تھا یہ ایک نیا نظریہ ہے اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

بقیہ صـ ۲۸

میری بیٹی فاطمہ نے بھی یہ کام کیا ہوتا تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔ پس بخشش کے بھی مقامات ہیں اور مراد یہ نہیں ہے کہ آنکھیں بند کر کے بخشتے چلے جاؤ۔ ایسی بخشش کی اجازت ہے جس سے خدا راضی ہو۔ للہ ہو۔ ایسی بخشش کی اجازت نہیں ہے جس سے خدا ناراض ہو۔ اس دائرے میں رہتے ہوئے آپ جتنا بھی بخشش سے کام لیں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوگا اور خدا آپ سے بخشش کا سلوک فرمائیگا۔ اب چونکہ وہ پہلا وقت جو غلطی سے استعمال نہیں ہو سکا تھا اور اس کے بدلے ہمیں پندرہ منٹ زائد دیئے گئے تھے وہ بھی ختم ہو گئے ہیں اس لئے آج اس خطبہ کو میں ختم کرتا ہوں باقی انشاء اللہ تعالیٰ اسی مضمون کو اگلے خطبہ میں آگے بڑھایا جائے گا۔

مجالس انصار اللہ پاکستان

نتیجہ انصار اللہ سہ ماہی دوم 1993ء

قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان کے زیر اہتمام منعقدہ امتحان سہ ماہی دوم 1993ء میں 175 مجالس کے کل 2117 انصار نے شرکت کی جن میں سے مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں کامیابی کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

1۔ مکرم محمد ابراہیم صاحب شاد	خانیوال	اوّل
2۔ مکرم محمد سرور صاحب ابڑو	انور آباد ضلع لاڑکانہ	دوم
3۔ مکرم عبدالرشید صاحب اعوان	بہاولپور	سوم

نیز جن انصار نے اس امتحان میں خصوصی گریڈ حاصل کیا۔ ان کے اسمائے گرامی بھی بغرض دعا شائع کئے جا رہے ہیں۔

مکرم محمد منظور احمد صاحب ایاز مغلپورہ لاہور
مکرم محمود احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈیفنس لاہور
مکرم سید عزیز حسین شاہ صاحب نصیرہ ضلع گجرات
مکرم محمود احمد صاحب باجوہ پشاور کینٹ
مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی
مکرم حکیم مرزا محمد حبیب بیگ صاحب مدنی منگھوپیر روڈ کراچی
مکرم سید محمد میاں صاحب عزیز آباد کراچی
مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب سیالکوٹ
مکرم عبدالقادر صاحب بھٹی گوجرانوالہ غربی
مکرم بشیر الدین احمد صاحب جھنگ صدر
مکرم سید محمد یحیٰ صاحب فیصل آباد
مکرم کیپٹن (ریٹائرڈ) مبارک احمد صاحب سمن آباد لاہور
مکرم سید محمود احمد صاحب گلشن اقبال کراچی

مکرم ملک محمد اکرم صاحب راولپنڈی
مکرم محمد شفیع صاحب ہنجرا گجرات
مکرم عزیز احمد صاحب بشیر آباد حیدر آباد
مکرم مسعود احمد صاحب ظفر عزیز آباد کراچی
مکرم عزیز احمد صاحب طاہر ٹوبہ ٹیک سنگھ
مکرم سید عبدالغفور شاہ صاحب دارالنصر وسطی
مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب دارالعلوم وسطی
مکرم ڈاکٹر فیض اللہ خان صاحب دارالعلوم غربی ب
مکرم حبیب اللہ خان صاحب دارالرحمت شرقی
مکرم مبارک احمد عابد صاحب دارالرحمت شرقی
مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب ہاشمی دارالرحمت وسطی
مکرم محمد سلطان اکبر صاحب دارالصدر غربی
مکرم منور احمد قاسم صاحب دارالرحمت وسطی

مکرم ڈاکٹر محمد سعید صاحب سرگودھا
مکرم رانا محمد خان صاحب بہاولنگر
مکرم اشفاق حسین صاحب ماڈل کالونی کراچی
ڈاکٹر میاں عبدالشکور صاحب سمن آباد لاہور
مکرم شعبان احمد نسیم صاحب گجرات
مکرم محمد خلیل قریشی صاحب سکھیکی
مکرم ضیاء الحق صاحب سیٹھی جہلم
مکرم ملک عبدالعزیز صاحب دوالمیال چکوال
مکرم ڈاکٹر مورانی نثار احمد صاحب راٹھور نوکوٹ سندھ
مکرم محبوب احمد صاحب جھنگ صدر
مکرم ملک لطیف احمد صاحب سرور شیخوپورہ
مکرم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سنجر چاہنگ
مکرم محمد دین　نور صاحب سرگودھا
مکرم عبدالمنان فیاض صاحب اسلام آباد
مکرم ملک محمد اعظم صاحب دارالعلوم غربی
مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب دارالرحمت شرقی
مکرم ظہور احمد صاحب ناصر دارالرحمت وسطی

مکرم محمد رشید میر صاحب پشاور
مکرم میاں محمد شفیع صاحب ٹاؤن شپ لاہور
مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب فیصل آباد
مکرم میاں عبدالحی صاحب سیالکوٹ
مکرم شمس الاسلام صاحب ملتان
مکرم جلیل احمد صاحب شاہد اسلام آباد شرقی
مکرم رفیق احمد ساہی صاحب بیت النور لاہور
مکرم میاں محمد اسحاق صاحب عابد لاہور
مکرم مبشر احمد صاحب واہ کینٹ
مکرم ڈاکٹر محمد یونس صاحب میر پور خاص سندھ
مکرم ڈاکٹر سید محمد محسن ہاشمی صاحب فیصل آباد
مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب راولپنڈی
مکرم سید بشیر احمد صاحب دارالنصر شرقی
مکرم رفیق احمد صاحب ثاقب دارالعلوم غربی
مکرم عبدالرشید صاحب منگلا دارالرحمت شرقی
مکرم صلاح الدین صاحب گول بازار

اللہ تعالیٰ علم و فضل میں ترقی کے حامل اس مرکزی پروگرام میں حصہ لینے والے تمام انصار بھائیوں کو یہ اعزاز مبارک کرے۔ ان کے ذہنوں کو جلاء بخشے اور وہ علم و معرفت کے میدان میں نئی نئی بلندیاں اور کامرانیاں حاصل کرتے رہیں۔

(منور شمیم خالد۔ قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

ماہنامہ انصار اللہ کا خود بھی مطالعہ فرماویں اور اپنے زیر تربیت افراد کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔

(مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

ماہنامہ انصار اللہ کی شرح چندہ میں اضافہ

محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ پاکستان کی منظوری سے عہدیداران انصار اللہ و خریداران ماہنامہ انصار اللہ کی اطلاع کے لئے یہ اعلان ہے۔ کہ یکم جنوری 1994ء سے ماہنامہ انصار اللہ کی شرح چندہ میں مہنگائی اور پوسٹیج میں زیادتی کی وجہ سے مجبوراً اضافہ کرنا پڑا ہے۔

نئی شرح سالانہ حسب ذیل ہوگی

		BY AIR	BY SEA
1۔	پاکستان	40 روپے	
2۔	امریکہ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ فجی	20 ڈالر	10 ڈالر
3۔	یورپ، افریقہ و دیگر ممالک	10 پونڈ	5 پونڈ
4۔	جرمنی	20 مارک	10 مارک

نوٹ: وہ دوست جو 31۔ دسمبر 1993ء سے پہلے پہلے اپنا چندہ پیشگی ادا کر دیں گے وہ ایک سال کے لئے پرانی شرح سے ادائیگی کر سکتے ہیں۔

مینیجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

کسوف و خسوف کا آسمانی نشان

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:-

صحیح دار قطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں:-

اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ

ترجمہ:- "یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا یہ دو نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اوّل رات میں ہوگا یعنی تیرھویں تاریخ میں اور سورج کا گرہن اس کے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا۔ یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو۔ اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا صرف مہدی معہود کے وقت اس کا ہونا مقدر ہے۔ اب تمام انگریزی اور اردو اخبار اور جملہ ماہرین ہئیت اس بات کے گواہ ہیں کہ میرے زمانہ میں ہی جس کو عرصہ قریباً بارہ سال کا گذر چکا ہے اسی صفت کا چاند اور سورج کا گرہن رمضان کے مہینہ میں وقوع میں آیا ہے اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اوّل اس ملک میں دوسرے امریکہ میں۔ اور دونوں مرتبہ انہیں تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے اور چونکہ اس گرہن کے وقت میں مہدی معہود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہیں تھا اور نہ کسی نے میری طرح اس گرہن کو اپنی مہدویت کا نشان قرار دے کر صدہا اشتہار اور رسالے اردو اور فارسی اور عربی میں دنیا میں شائع کیے اس لئے یہ نشان آسمانی میرے لئے متعین ہوا"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 202)